حقوقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
مُسلم کتابوی لاہور

صَلَّى اللّٰہُ عَلَى النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ اٰلِہٖ

صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

صَلٰوۃً وَّ سَلَامًا عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

نام کتاب .... حقوق مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ماخوذاز .... سیرتِ رسول عربی از علامہ نور بخش توکلی

صفحات ۷۲

اشاعت دوم .... ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ / ۱۷ جولائی ۲۰۰۰ء

طابع .... مشتاق احمد اشتیاق پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ .... محمد آصف، فون نمبر ۴۴۹۵۱۴

سرورق .... محمد رمضان فیضی

ناشر .... مسلم کتابوی لاہور

قیمت 45

ملنے کا پتہ

مسلم کتابوی، دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

فون ۷۲۲۵۶۰۵

فہرست حقوق مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

نعت رسول کریم (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

فرش والے تیری شوکت کا عُلو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و مُحب میں نہیں میرا تیرا

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

دور کیا جانیے بدکار پہ کیسی گزرے
تیرے ہی در پہ مرے بے کس و تنہا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اُس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

(حدائقِ بخشش)

اُمت پر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق کا بیان

ا۔ ایمان و اِتباع

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا فرض ہے' آپ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں' اس کی تصدیق فرض ہے۔ ایمان بالرَّسُول کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔

وَ مَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا. (فتح۔ ع۲)

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا' پس تحقیق ہم نے کافروں کے لیے آگ تیار کی ہے۔ اس آیت میں بتا دیا گیا ہے کہ جو شخص ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا جامع نہ ہو' وہ کافر ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت واجب ہے' آپ کے اوامر کا اِمتثال(۱) اور آپ کے نواہی(۲) سے اجتناب لازم ہے۔

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۭ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ (سورۂ حشر ع۱)

اور جو کچھ رسول تم کو دے' تم اسے لے لو اور جس سے تم کو منع فرمائے' اس سے تم باز رہو اور اللہ سے ڈرو' تحقیق اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و سنت کا اقتداء و اتباع واجب ہے۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ۭ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (آلِ عمران۔ ع۴)

کہہ دیجیے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو' اللہ تم کو دوست رکھے گا اور تم کو تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

---

(۱) احکام کی پیروی (۲) منع کردہ چیزوں

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًاo (احزاب۔ع ۳)

بے شک تمہارے واسطے رسول اللہ میں اچھی پیروی تھی' اس شخص کے لئے جو ثواب خدا اور روزِ آخر کی توقع رکھتا تھا اور جس نے اللہ کو بہت یاد کیا۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ۔ (احزاب۔ع ۱)

نبی مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے (۱) سزاوار تر ہیں' اور ازواجِ پیغمبران کی مائیں ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ دین و دنیا کے ہر امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنوں کو اپنی جانوں سے زیادہ پیارے ہیں' اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی امر کی طرف بلائیں اور ان کے نفوس کسی دوسرے امر کی طرف بلائیں' تو حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی فرمانبرداری لازم ہے' کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس امر کی طرف بلاتے ہیں' اس میں ان کی نجات ہے' اور ان کے نفوس جس امر کی طرف بلاتے ہیں' اس میں ان کی تباہی ہے۔ اس لیے واجب ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مومنوں کو اپنی جانوں سے زیادہ محبوب ہوں' وہ اپنی جانیں حضور پر فدا کر دیں اور جس چیز کی طرف آپ بلائیں' اس کا اتباع کریں۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں۔

"جو شخص یہ نہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میری جان کے مالک ہیں اور یہ نہ سمجھا کہ تمام حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت (حکم و تصرف) نافذ ہے' اس نے کسی حالت میں آپ کی سنت کی حلاوت نہیں چکھی' کیونکہ آپ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْن ہیں۔"

---

(۱) سزاوار تر ہیں: زیادہ لائق اور مستحق ہیں۔

ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور سرورِ انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کیسے بے چون وچرا کیا کرتے تھے؟

۱۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفن میں کتنے کپڑے تھے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کس دن ہوئی؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی آرزو تھی کہ کفن و یوم وفات میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موافقت نصیب ہو' (۱) حیات میں تو حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اتباع تھا ہی' وہ مَمات میں بھی آپ ہی کا اتباع چاہتے تھے۔ اللہ! اللہ! یہ شوق اتباع! کیوں نہ ہو؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے؟

۲۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس امر پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل کیا کرتے تھے' میں اسے کئے بغیر نہیں چھوڑتا' اگر میں آپ کے حال سے کسی امر کو چھوڑ دوں' تو مجھے ڈر ہے کہ میں سنت سے مُنْحَرِف ہو جاؤں گا۔ (۲)

۳۔ زید کے باپ اسلم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ حجر اسود کو بوسہ دیا اور (اس کی طرف نگاہ کر کے) فرمایا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا' تو میں تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ (بخاری کتاب المناسک)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی' آپ نے اس کو نکال

---

(۱) صحیح بخاری' کتاب الجنائز' باب' موت یوم الاثنین

(۲) نسیم الریاض' حوالہ ابوداؤد و بخاری

کر پھینک دیا اور فرمایا: "کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ آگ کی انگاری اپنے ہاتھ میں ڈالے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا' کہ تو اپنی انگوٹھی اٹھالے اور (بیچ کر) اس سے فائدہ اٹھا' اس نے جواب دیا۔ نہیں' اللہ کی قسم! میں اسے کبھی نہ لوں گا' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پھینک دیا ہے۔

(مشکوۃ بحوالہ صحیح مسلم' باب الخاتم)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ایک جماعت پر ہوا' جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی' انہوں نے آپ کو بلایا' آپ نے کھانے سے انکار کیا اور فرمایا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُنیا سے رحلت فرما گئے اور جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔

(مشکوۃ بحوالہ صحیح بخاری۔ باب فضل الفقراء)

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آٹے کی بھوسی (چھان) کبھی صاف نہ کی جاتی تھی۔ (بخاری' کتاب الاطعمہ) ابن سعد نے بروایت ابو اسحاق روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بن چھانے آٹے کی روٹی کھاتے دیکھا ہے' اس لیے میرے واسطے آٹا نہ چھانا جایا کرے۔

(طبقات ابن سعد۔ جزء اول' قسم ثانی' ص ۱۰۹)

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ اپنی اونٹنی ایک مکان کے گرد پھرا رہے ہیں' اس کا سبب پوچھا گیا' تو فرمایا: کہ میں نہیں جانتا مگر اتنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے' اس لیے میں نے بھی کیا (امام احمد و بزار) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکابر صحابہ اُمور عادیہ میں بھی حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقتداء کیا کرتے تھے۔

۸۔ مسجد نبوی سے ملحق حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا' جس کا پرنالہ بارش میں آنے جانے والے نمازیوں پر گرا کرتا تھا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے اسے اکھاڑ دیا۔ حضرت عباس آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اللہ کی قسم! اس پرنالے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے میری گردن پر سوار ہو کر لگایا تھا' یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا' کہ آپ میری گردن پر سوار ہو کر' اس کو پھر اسی جگہ لگا دو' چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (۱)

۲۔ محبت و عشق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت واجب ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ن اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۠ (توبہ۔ ع ۳)

ترجمہ: کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ' اور تمہارے بیٹے' اور تمہارے بھائی' اور تمہاری عورتیں' اور تمہارا قبیلہ و کنبہ' اور مال جو تم نے کمائے ہیں' اور تجارت جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے ہو' اور گھر جو تم پسند رکھتے ہو۔ تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول' اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیارے ہیں' تو تم انتظار کرو' یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے' اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ ہر مسلمان پر اللہ اور رسول کی محبت واجب ہے' کیونکہ اس میں بتا دیا گیا ہے کہ تم کو اللہ اور رسول کی محبت کا دعویٰ ہے' اس لئے کہ تم ایمان لائے ہو' پس اگر تم غیر کی محبت کو اللہ تعالیٰ اور رسولِ مکرم کی محبت پر ترجیح دیتے ہو' تو تم اپنے دعویٰ میں صادق نہیں ہو' اگر تم اس طرح محبتِ غیر سے اپنے دعویٰ کی تکذیب کرتے رہو گے' تو

---

(۱) وفاالوفاء ص ۳۴۸

خدا کے قہر سے ڈرو۔ آیت کے اخیر حصے سے ظاہر ہے کہ جس کو اللہ و رسول کی محبت نہیں، وہ فاسق ہے۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ تم میں سے کوئی مومن (کامل) نہیں بن سکتا، جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں کی نسبت زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری۔ کتاب الایمان)

ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیسی محبت تھی؟

۱۔ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، کہ بیشک آپ سوائے میری جان کے جو میرے دو پہلوؤں میں ہے، میرے نزدیک ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی ہرگز مومن (کامل) نہیں بن سکتا، جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں عرض کیا، کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی! بیشک آپ میرے نزدیک میری جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے، زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اَلْآنَ یَا عُمَر "یعنی اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہو گیا۔ (صحیح بخاری)

۲۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے صاحبزادے سے اپنی تین حالتیں بیان کیں۔ دوسری حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ جلالت و ہیبت والا نہ تھا، میں آپ کی ہیبت کے سبب سے آپ

کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔" (صحیح مسلم)

۳۔ جب فتح مکہ کے دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابو قحافہ ایمان لائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے، اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے! اس (ابو قحافہ) کے اسلام کی نسبت (آپ کے چچا) ابو طالب کا اسلام (اگر وہ اسلام لاتے) میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈا کرنے والا ہوتا، اس واسطے کہ ابو طالب کا اسلام آپ کی آنکھ کو (بہت سے امور کی نسبت) زیادہ ٹھنڈا کرنے والا تھا" (۱)

۴۔ حضرت ثمامہ بن آثال یمامی جو اہل یمامہ کے سردار تھے، ایمان لا کر کہنے لگے۔

"اے محمد! خدا کی قسم! میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا، آج وہی چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے، اللہ کی قسم! میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض (۲) نہ تھا، اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے، اللہ کی قسم! میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا، اب وہی شہر میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔"

(صحیح بخاری۔ باب وفد بنی حنیفہ)

۵۔ حضرت ہند بنت عتبہ (زوجہ ابو سفیان بن حرب) جو حضرت امیر حمزہ کا کلیجہ چبا گئی تھی، ایمان لا کر کہنے لگیں۔

"یا رسول اللہ! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہ میں آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ مبغوض نہ تھے، لیکن آج سے میری نگاہ میں روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں رہے۔" (صحیح بخاری۔ باب ذکر ہند بنت عتبہ)

---

(۱) نسیم الریاض بحوالہ احمد و ابن اسحاق۔ اصابہ ترجمہ ابو طالب

(۲) مَبغوض: دشمن جانا ہوا۔

۶۔ حضرت صفوان بن امیہ کا بیان ہے کہ حُنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مال عطا فرمایا' حالانکہ آپ میری نظر میں مَبغُوض ترین خلق تھے، آپ مجھے عطا فرماتے رہے' یہاں تک کہ آپ میری نظر میں محبوب ترین خلق ہو گئے۔

(جامع ترمذی۔ باب ماجاء فی اعطاء المولفہ قلوبھم)

۷۔ فتح مکہ میں حضرت عباس' ابو سفیان بن حرب کو جو اب تک ایمان نہ لائے تھے' اپنے پیچھے خچر پر سوار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا' اگر اجازت ہو تو اس دُشمنِ خدا کی گردن اڑا دوں' حضرت عباس نے عرض کیا' یارسول اللہ! میں نے ابو سفیان کو پناہ دی ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصرار کیا تو حضرت عباس نے کہا' اے ابن خطاب! اگر ابو سفیان قبیلہ بنو عدی میں سے ہوتے' تو آپ ایسا نہ کہتے' اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' اے عباس! جس دن آپ اسلام لائے' آپ کا اسلام میرے نزدیک خطاب کے اسلام سے (اگر وہ اسلام لاتا) زیادہ محبوب تھا' کیونکہ آپ کا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک زیادہ محبوب تھا۔ (۱)

۸۔ جنگ احد میں ایک عفیفہ کے باپ' بھائی اور شوہر شہید ہو گئے' اسے یہ خبر لگی تو کچھ پروانہ کی اور پوچھا کہ یہ تو بتاؤ! کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں؟ جب اسے بتا دیا گیا کہ حضور بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالیٰ بخیر ہیں' تو بولی کہ مجھے دکھا دو' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر کہنے لگی۔

کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ' تیرے ہوتے ہر ایک مصیبت ہیچ ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

بڑھ کر اس نے رخ اقدس کو جو دیکھا تو کہا
تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہیں سب رنج و الم

(۱) بیہقی و بزار' اصابہ ترجمہ ابو طالب بحوالہ ابن اسحاق

میں بھی اور باپ بھی' شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دیں! ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

۹۔ حضرت عبد الرحمٰن بن سعد کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا' ان سے یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ آپ کے نزدیک جو سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہے' اسے یاد کیجئے' یہ سن کر آپ نے کہا' یا مُحَمّد (۱) (اور آپ کا پاؤں اچھا ہو گیا)

۱۰۔ حضرت بلال بن رباح کی وفات کا وقت آیا تو ان کی بیوی نے کہا۔ وَاحُزنَا (ہائے غم) یہ سن کر حضرت بلال نے کہا۔

وَاطرباہ غداً القی الاحبۃ محمداً و حزبہ (۲)
وائے خوشی! میں کل دوستوں یعنی محمد اور آپ کے اصحاب سے ملوں گا۔

۱۱۔ جب ۷ ھ میں قبیلہ اشعریین میں سے حضرت ابو موسیٰ وغیرہ مدینہ شریف کو آئے' تو زیارت سے مشرف ہونے سے پہلے' پکار پکار کر یوں کہنے لگے۔

غَداً نلقی الاحبَۃ مُحَمداً و حزبہ
ہم کل دوستوں یعنی محمد اور آپ کے دوستوں سے ملیں گے۔ (۳)

۱۲۔ جنگ احد کے بعد قبیلہ عضل و قارہ کے چند اشخاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' کہنے لگے کہ آپ اپنے چند اصحاب کو ہمارے ساتھ روانہ کر دیں' تاکہ وہ ہم کو اسلام کی تعلیم دیا کریں۔ آپ نے مرثد بن ابی مرثد' خالد بن بکیر' عاصم بن ثابت' خبیب بن عدی' زید بن دثنہ اور عبد اللہ بن طارق کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ جب وہ آب رجیع پر پہنچے تو انہوں نے بے وفائی کی اور قبیلہ ہذیل کو بلا لیا اور ہذیل کے ساتھ مُسلّح ہو کر ان اصحاب کو گھیر لیا' اور کہا کہ خدا کی قسم! ہم تم کو قتل کرنا نہیں چاہتے' ہم تمہارے عوض میں

(۱) الادب المفرد للبخاری' باب ما یقول الرجل اذا خدرت رجلہ

(۲) شفاء شریف (۳) زرقانی علی المواھب' بحوالہ امام احمد وغیرہ

اہل مکہ سے کچھ لینا چاہتے ہیں، حضرت مرثد و خالد و عاصم نے اپنے تئیں دشمنوں کے حوالے نہ کیا اور مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے، باقی تینوں کے ہاتھ انہوں نے جکڑ لیے۔ جب ظہران میں پہنچے تو عبداللہ بن طارق نے اپنا ہاتھ نکال لیا اور تلوار ہاتھ میں لی، دشمن پیچھے ہٹ گئے اور دُور سے پتھر پھینکتے رہے، یہاں تک کہ حضرت عبداللہ شہید ہو گئے، باقی دو کو انہوں نے قریش کے ہاتھ بیچ دیا، چنانچہ حضرت زید کو صفوان بن امیہ نے خریدا، تاکہ ان کو اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے قتل کر دے۔ صفوان نے حضرت زید کو اپنے غلام نسطاس کے ساتھ تنعیم میں بھیج دیا، حضرت زید کو قتل کرنے کے لئے حد حرم سے باہر لے گئے، تو ابوسفیان نے (جو اب تک اسلام نہ لاتے تھے) ان سے یوں کہا۔

اے زید! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس بجائے تمہارے محمد ہوں، جن کو ہم قتل کر دیں اور تم آرام سے اپنے اہل میں بیٹھو؟

حضرت زید نے جواب دیا۔

"اللہ کی قسم! میں پسند نہیں کرتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت جس مکان میں تشریف رکھتے ہیں، ان کو ایک کانٹا لگنے کی تکلیف بھی ہو اور میں آرام سے اپنے اہل میں بیٹھا رہوں۔"

یہ سن کر ابوسفیان نے کہا۔

"میں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ دوسروں سے ایسی محبت رکھتا ہو، جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب محمد سے رکھتے ہیں۔"

اس کے غلام نسطاس نے حضرت زید کو شہید کر دیا۔ (سیرت ابن ہشام بروایت ابن اسحاق)

علامات حب صادق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبّ صادق میں علامات ذیل پائی جاتی ہیں۔
اگر کوئی شخص حب احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ کرے اور اس میں یہ علامات نہ پائی جائیں، تو وہ حب میں صادق و کامل نہیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال و آثار کا اقتداء، آپ کی سنت پر عمل، آپ کے اوامر کا امتثال اور آپ کی نواہی سے اجتناب اور آپ کے آداب سے آراستہ ہونا۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کثرت سے کرنا، مثلاً درود شریف کثرت سے پڑھنا، حدیث شریف پڑھنا، مولود شریف کا پڑھنا یا مجالس میلاد شریف میں شامل ہونا۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے کا نہایت اشتیاق پیدا ہونا، جیسا کہ حضرت بلال و ابو موسیٰ وغیرہما کو تھا۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا۔ (تفصیل آگے آئے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ)

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن سے محبت رکھتے تھے۔ اہل بیت عظام و صحابہ کرام (مہاجرین و انصار) ان سے محبت رکھنا اور جو شخص ان بزرگواروں سے عداوت رکھے اس سے عداوت رکھنا اور جو ان کو سبّ و شتم کرے اس کو برا جاننا۔

صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ مباحات میں بھی جو اشیاء حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب و پسندیدہ تھیں، وہی صحابہ کرام کو بھی محبوب تھیں، جیسا کہ واقعات ذیل سے ظاہر ہے۔

حضرت عُبَید بن جُریج سے روایت ہے کہ اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، میں نے دیکھا کہ تم بیل کے دباغت کئے ہوئے چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمکو دیکھا کہ آپ ایسا جوتا پہنا کرتے تھے، جس میں بال نہ ہوں اور اسی میں وضو کیا کرتے تھے، اس لیے میں دوست رکھتا ہوں کہ ایسا جوتا پہنوں۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کے لئے بلایا' جو اس نے تیار کیا تھا' میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گیا' جو کی روٹی اور شوربا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے لایا گیا' جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ پیالے کے اطراف سے کدو کی قاشیں تلاش کرتے تھے' اس لیے میں اس دن کے بعد سے کدو ہمیشہ پسند کرتا رہا (مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین کتاب الاطعمہ) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کدو کو پسند فرماتے تھے۔ ایک شخص نے کہا۔ " اَنَا مَا اُحِبُّہٗ " (میں اس کو پسند نہیں کرتا) یہ سن کر امام موصوف نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا۔

جَدِّدِ الْاِیْمَانَ وَ اِلاَّ لَاَقْتُلَنَّکَ — تجدید ایمان کر' ورنہ میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا۔

(مرقاۃ۔ جزء ثانی' ص ۷۷)

ایک روز حضرات حسن بن علی اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب' حضرت سلمیٰ (خادمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور کہنے لگے' کہ ہمارے واسطے وہ کھانا تیار کرو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرمایا کرتے اور خوش ہو کر کھایا کرتے تھے' اس نے (امام حسن سے) کہا' بیٹا! آج تم اسے پسند نہ کرو گے۔ حضرت امام نے کہا کہ تم ہمارے واسطے وہی تیار کردو' پس حضرت سلمیٰ نے کچھ جو کا آٹا ایک ہنڈیا میں چڑھا دیا' اوپر سے روغن زیتون اور کالی مرچیں اور زیرہ ڈال دیا' پک گیا تو ان کے آگے رکھ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کھانے کو پسند فرمایا کرتے تھے' اور خوش ہو کر کھایا کرتے تھے۔

(شمائل ترمذی)

٦۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض و دشمنی رکھیں' اُن کو اپنا دشمن سمجھنا اور مخالفِ سنت و مُبتدِع سے دُور رہنا' مخالف شریعت سے نفرت کرنا' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ

(مجادلہ۔ ع ۳)

تو نہ پائے گا کسی قوم کو جو اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہیں' کہ وہ دوستی کریں ایسوں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں' اگرچہ وہ لوگ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے گھرانے کے ہوں۔

اس آیت پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا پورا پورا عمل تھا' انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعانت میں اپنی آبرو اور جان و مال سے دریغ نہ کیا' کفار و مشرکین کے ہاتھوں سے اذیتیں برداشت کیں' خدا و رسول کے لئے اپنا وطن چھوڑا' خویش و اقارب سے رشتہ الفت توڑا' اِعلاءِ کَلِمَۃُ اللّٰہ کے لئے جہاد کیا اور خدا و رسول کی خوشنودی کے لئے اعداءِ اسلام کو خواہ اقارب ہی ہوں' قتل کیا یا کرنا چاہا۔ چنانچہ ابو عبیدہ بن جراح نے یوم بدر میں اپنے والد کو قتل کر دیا۔ (۱) عبد اللہ بن ابی جو راس المنافقین تھا' اس کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا' اجازت ہو تو میں ابن ابی کو قتل کر دوں' مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہ دی۔ (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر میں اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ مخزومی کو قتل کر دیا' (۳) بدر کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکے عبد الرحمٰن نے جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے' مُبارز طلب کیا تو خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے' مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہ دی' (۴) جنگ احد میں حضرت مُصعَب بن عمیر نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ (۵)

---

(۱) اصابہ بحوالہ طبرانی
(۲) اصابہ ترجمہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی
(۳) سیرت ابن ہشام
(۴) استیعاب' ترجمہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر
(۵) نسیم الریاض وغیرہ

حضرت علی و حمزہ و عتبہ بن حارث نے جنگ بدر میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کو جوان کے گھرانے کے تھے، قتل کر ڈالا، جنگ بدر کے خاتمہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا، لیکن حضرت عمر فاروق نے عرض کیا کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیں، تاکہ ہم ان کو قتل کر دیں۔ مثلاً عقیل کو حضرت علی کے حوالے کر دیں اور میرے فلاں رشتہ دار کو میرے سپرد کر دیں، مگر حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے پر عمل کیا۔ (۱)

۷۔ قرآن کریم سے محبت رکھنا، جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خُلق بنایا ہوا تھا، قرآن کریم سے محبت رکھنے کی نشانی یہ ہے کہ ہمیشہ اس کی تلاوت کرے اور اس کے معانی سمجھے اور اس کے احکام پر عمل کرے، حضرت سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہیں۔

"خدا کی محبت کی نشانی قرآن سے محبت رکھنا ہے، اور قرآن سے محبت رکھنے کی علامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے کی علامت آپ کی سنت سے محبت رکھنا ہے، اور سنت سے محبت رکھنے کی نشانی آخرت سے محبت رکھنا ہے، اور آخرت سے محبت رکھنے کی نشانی دُنیا سے بغض رکھنا ہے" اور بغض دُنیا کی علامت یہ ہے کہ اس سے بجز کفاف و قوت لایموت (۲) ذخیرہ نہ کرے، جیسا کہ مسافر اپنے ساتھ اسی قدر توشہ لے جاتا ہے کہ جس سے منزل مقصود پر پہنچ جائے۔"

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر شفقت رکھنا اور ان کی خیر خواہی کرنا جیسا کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کیا کرتے تھے۔

---

(۱) صحیح مسلم۔ باب الا مداد بالملئکه فی غزوه بدر

(۲) بجز کفاف و قوت لایموت اس قدر معاش جو روزمرہ کے خرچ کو کفایت کرے اور اس قدر خوراک جو زندگی باقی رکھنے کے لئے کافی ہو۔

۹۔ دُنیا میں رغبت نہ کرنا اور فقر کو غنا پر ترجیح دینا، حضرت عبد اللہ بن مغفل کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! خدا کی قسم! میں بے شک آپ سے محبت رکھتا ہوں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیکھ تو کیا کہتا ہے، اس نے تین مرتبہ یہی عرض کیا، آپ نے فرمایا: کہ اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو فقر و فاقے کے لیے بُرگستُوان (۱) تیار کر لے، کیونکہ فقر و فاقہ میرے محب کی طرف اس سے بھی جلدی پہنچتا ہے، جتنی کہ پانی کی رو اپنے منتہی کی طرف پہنچتی ہے۔ (۲)

اس حدیث میں بُرگستُوان کنایہ صبر سے ہے، جس طرح لڑائی میں برگستوان گھوڑے کو اذیت سے بچاتی ہے، اسی طرح صبر عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فقر و فاقے کی اذیت سے بچاتا ہے، کیونکہ صبر کے بغیر نفوس فقر کی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتے۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کی نسبت جو ایسی قوم سے محبت رکھتا ہے جن سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی؟ آپ نے فرمایا: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" یعنی انسان قیامت کے دن ان لوگوں کے زُمرہ میں اٹھے گا جن سے وہ محبت رکھتا تھا۔ (۳)

حضرت انس کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا: کہ تجھ پر افسوس! تو نے اس دن کے لئے کیا تیار کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے کچھ تیار نہیں کیا، ہاں! خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا: کہ تو اس کے ساتھ ہوگا کہ جس سے محبت رکھتا ہے۔ (۴) اس حدیث کے تحت میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی یوں تحریر فرماتے ہیں۔

---

(۱) لباس جنگ (۲) ترمذی، ابواب الزہد (۳) مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین، باب الحب فی اللہ و من اللہ

(۴) درمنثور بحواله طبرانی و ابن مردویه و ابونعیم فی الحلیه والضیاء المقدس فی صفه الجنه

"چون خدا را دوست مے داری، در جوار رحمت و عزت وے خواہی بود، و چون رسول خدا را دوست داری، نیز از مقام قربت و عنایت وے بہرہ ور باشی، اگرچہ مقام او بلند تر و عزیز تر است ہمہ کس بانجا رسد، اما نور محبت و تبعیت وے بر محبان و تابعان وے خواہد تاخت، و بمعیت قربت وے مشرف خواہد ساخت"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں(۱) کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ بیشک میرے نزدیک میری جان اور میری اولاد سے زیادہ پیارے ہیں، میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں، مگر جس وقت آپ یاد آجاتے ہیں، تو جب تک آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو دیکھ نہ لوں، صبر نہیں آتا، جب میں اپنی موت اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں، تو میں یقین کرتا ہوں، کہ جنت میں داخل ہو کر آپ انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند مرتبہ میں اٹھائے جائیں گے، اور میں جب جنت میں داخل ہوں گا تو (ادنیٰ درجہ میں ہونے کے سبب سے) مجھے ڈر ہے کہ آپ کو نہ دیکھ سکوں گا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کچھ جواب نہ دیا، یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا o (نساء، ع۹)

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے، پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، یعنی پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکوں کے ساتھ اور یہ اچھے رفیق ہیں۔

---

(۱) درمنثور بحواله طبرانی و ابن مردویه و ابو نعیم فی الحلیه و الضیاء المقدس فی صفه الجنه

۳۔ تعظیم و توقیر

ذیل میں وہ آیات پیش کی جاتی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا ذکر ہے۔

۱۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا o لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا o (فتح۔ ع۱)

ہم نے تجھے احوال بتانے والا اور خوشخبری دینے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا، تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اس کی مدد کرو، اور اس کی تعظیم کرو، اور خدا کو صبح و شام پاکی کے ساتھ یاد کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کے واجب ہونے کی تعلیم دی ہے۔

ب۔۱۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ o

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، تحقیق اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

۲۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ o

اے ایمان والو! تم اپنی آواز نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور اس سے بات اونچی نہ کہو، جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کہتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں، اور تمہیں خبر نہ ہو۔

۳۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ o

تحقیق جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں' وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے جانچا ہے' ان کے لیے معافی اور بڑا ثواب ہے۔

۴۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○

تحقیق وہ لوگ جو تجھے حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں' ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔

۵۔ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

اور اگر وہ صبر کرتے' یہاں تک کہ تو ان کی طرف نکلتا' تو ان کے واسطے بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سورہ حجرات کی ان پانچ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو آداب رسول تعلیم فرمائے ہیں۔

آیہ نمبر ا میں بتایا گیا کہ تم کسی قول یا فعل یا حکم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیش دستی نہ کرو' مثلاً جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں کوئی سوال کرے' تو تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اس کا جواب نہ دو۔ جب کھانا حاضر ہو تو حضور سے پہلے کھانا شروع نہ کرو' جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی جگہ کو تشریف لے جائیں تو تم بغیر کسی مصلحت کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے نہ چلو۔ امام سہل بن عبد اللہ تستری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ ادب سکھایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تم بات نہ کرو' جب آپ فرمائیں تو تم آپ کے ارشاد کو کان لگا کر سنو اور چپ رہو آپ کے حق کی فروگزاشت اور آپ کے احترام و توقیر کے ضائع کرنے میں تم خدا سے ڈرو' خدا تمہارے قول کو سنتا اور تمہارے عمل کو جانتا ہے۔

آیہ نمبر ۲ کا شان نزول یہ ہے کہ ۹ھ میں بنی تمیم کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' انہوں نے عرض کیا کہ آپ ہم پر کسی کو امیر مقرر فرما دیں'

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ قعقاع بن معبد کو امیر بنا دیں' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اقرع بن حابس کو امیر بنا دیں۔ حضرت صدیق اکبر نے حضرت فاروق سے کہا کہ آپ میری مخالفت کرتے ہیں' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں' اس طرح دونوں جھگڑ پڑے اور ان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی' اس آیت کے نزول کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر دھیمی آواز سے کلام کیا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوبارہ دریافت کرنے کی حاجت پڑتی (۱) اور حضرت صدیق نے بقول حضرت ابن عباس قسم کھائی کہ میں رسول اللہ سے کلام نہ کیا کروں گا' مگر اس طرح جیسا کہ کوئی اپنے ہمراز سے پوشیدہ باتیں کرتا ہے۔ (۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آیہ "لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ" نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس (جو بلند آواز اور خطیب انصار تھے) گھر میں بیٹھ گئے' کہنے لگے کہ میں دوزخیوں میں سے ہوں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے' ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ سے پوچھا کہ ثابت کا کیا حال ہے؟ کیا وہ بیمار ہے؟ حضرت سعد نے عرض کیا کہ وہ میرا ہمسایہ ہے' مجھے معلوم نہیں کہ وہ بیمار ہے' اس کے بعد سعد نے حضرت ثابت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ذکر کر دیا۔ حضرت ثابت نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے' تمہیں معلوم ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں' اس لئے میں دوزخیوں میں سے ہوں۔ حضرت سعد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ذکر کر دیا' تو آپ نے فرمایا' نہیں' بلکہ وہ بہشتیوں میں سے ہے۔ (۳)

---

(۱) بخاری، تفسیر سورہ حجرات

(۲) اسباب نزول للواحدی

(۳) صحیح مسلم' باب مخافات المومن ان یحبط عملہ

اس آیت کی رو سے آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس شریف میں بلند آواز سے بولنا اتنا بھاری گناہ تھا کہ اس سے اعمال اکارت و برباد ہو جاتے' اللہ تعالیٰ کو حضرات شیخین وَ اَمثَالُهُمَا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریق ادب پسند آیا۔ ان کی مدح میں آیہ ۳ نازل فرمائی اور ان کو متقی ہونے کی سند عطا فرمائی' اور قیامت کے دن ان کو مغفرت و اجر عظیم کی بشارت دی۔

ایک دفعہ بعض لوگوں نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجروں کے باہر سے یا محمد! یا محمد! کہہ کر پکارا۔ اس پر آیہ نمبر ۴ نازل ہوئی۔ جس میں بتادیا گیا ہے کہ اس طرح پکارنا سوء ادب ہے۔ ایسی جرأت وہ لوگ کرتے ہیں جن کو عقل نہیں، حسن ادب اور تعظیم حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس میں تھی کہ وہ لوگ حضور کے در دولت پر بیٹھ جاتے اور انتظار کرتے' یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خود باہر تشریف لاتے' اس طرح کا حسن ادب ان کے لیے موجب ثواب تھا' جیسا کہ آیہ نمبر ۵ میں ہے۔

لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط

(نور۔ ع ۹)

تم اپنے درمیان رسول کا پکارنا ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس آیت میں بتادیا گیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لے کر (یا محمد یا محمد) نہ پکارا کرو' جیسا کہ ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو' بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ادب سے یوں پکار کرو' یَا رَسُولَ اللّٰہ! یَا نَبِیَّ اللّٰہ! یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہ! اس کا مزید بیان پہلے آچکا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

(بقرہ۔ ع ۱۳)

اے ایمان والو! تم "رَاعِنَا" نہ کہو اور "اُنْظُرْنَا" کہو اور بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے تو مسلمان عرض کیا کرتے۔ "رَاعِنَا" (ہماری طرف متوجہ ہو جایئے' یعنی ذرا ٹھہریئے کہ ہم سمجھ لیں) عبرانی زبان میں اس لفظ کے معنی شریر کے ہیں۔ یہود اس لفظ کو بطریق اِسْتِہزاء استعمال کرتے تھے اور تعریض و اشارہ اسی معنی کی طرف کیا کرتے تھے' چونکہ "رَاعِنَا" کا اِلْتِبَاس عِبْرانی لفظ سے ہوتا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تعلیم دی کہ تم بجائے "رَاعِنَا" کے "اُنْظُرْنَا" (ہماری طرف متوجہ ہو جایئے) استعمال کیا کرو' جس کے معنی وہی ہیں جو "رَاعِنَا" کے ہیں' اور اس میں کسی قسم کی تلبیس کا احتمال نہیں' اور تم بغور سنا کرو' تاکہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے' یہود جو اس طرح تعریض و استہزاء کرتے ہیں' ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اس آیت شریف سے ظاہر ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مبارک میں ایسے الفاظ محتملہ استعمال نہ کرنے چاہئیں کہ جن میں تعریض ہو اور تنقیص شان کا وہم ہو۔

آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور ادب کے طریقے

ذیل میں چند ایسی مثالیں درج کی جاتی ہیں جن سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کس کس طرح اپنے آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر بجا لاتے؟ اور آپ کا ادب ملحوظ رکھتے تھے۔

ا۔ ماہ ذی قعدہ ٦ ھ میں جب آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ میں تھے' تو بُدیل بن ورقاء خزاعی کے بعد عروہ بن مسعود جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرنے کے لیے حاضر خدمت اقدس ہوئے' وہ واپس جا کر قریش سے یوں کہنے لگے۔

يَا قوم والله لقد وفدت على الملوك و وفدت علىٰ قيصر و كسرىٰ والنجاشي وَالله ان رايت ملكاقط يعظمه اصحابه ما يعظم اصحاب محمد محمداً وَالله ان تنخم نخامة الا وقعت في كف رجل منهم

فد لك بهاوجهه، و جلده، وَ اذا امر هم ابتد روا امره، و اذا توضأ كادوا يقتلون على وضوئهٖ وَ اِذا تكلم خفضوا اصواتهم عنده، و ما يجمدون عليه النظر تعظيمًا له و انه قد عرض عليكم خطة رشدٍ فاقبلوها.

اے میری قوم! اللہ کی قسم! میں البتہ بادشاہوں کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں، اور قیصر و کسریٰ و نجاشی کے ہاں گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے کبھی کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس کے اصحاب اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اس (محمد) نے جب کبھی کھنکار پھینکا ہے، تو وہ اصحاب میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرا ہے۔ جسے انہوں نے اپنے منہ اور جسم پر مل لیا ہے۔ جب وہ اپنے اصحاب کو حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل کے لئے دوڑتے ہیں، اور جب وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے پانی کے لئے باہم جھگڑانے کی نوبت پہنچنے لگتی ہے، اور جب وہ کلام کرتے ہیں تو اصحاب ان کے سامنے اپنی آوازیں دھیمی کر دیتے ہیں اور از روئے تعظیم ان کی طرف تیز نگاہ نہیں کرتے، انہوں نے تم پر ایک نیک امر پیش کیا ہے، اسے قبول کرلو۔ (۱)

۲۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے ایک جاہل اعرابی سے کہا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرو کہ قرآن میں جو سورہ احزاب میں آیا ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ ۙ (احزاب۔ ع ۳)

بعض مسلمانوں میں سے وہ مرد ہیں کہ سچ کیا انہوں نے وہ عہد جو اللہ سے باندھا تھا، پس بعض ان میں سے وہ ہے جو پورا کر چکا کام اپنا۔

(۱) صحیح بخاری، کتاب الشروط

اس آیت میں قَضٰی نَحْبَہٗ کون ہے؟ اصحاب کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنے کی جرأت نہ کیا کرتے تھے، وہ آپ کی توقیر کیا کرتے تھے اور آپ سے ہیبت کھاتے تھے، اس اعرابی نے آپ سے سوال کیا، تو آپ نے منہ پھیر لیا۔ دوبارہ پوچھا، تو بھی آپ نے اس سے منہ پھیر لیا، پھر میں مسجد کے دروازے سے سبز کپڑوں میں نمودار ہوا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا: کہ وہ سائل کہاں ہے؟ اعرابی نے کہا، یا رسول اللہ! سائل میں ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (میری طرف اشارہ کر کے) فرمایا: یہ ان میں سے ہے جس نے اپنا عہد پورا کیا۔ (۱)

۳۔ حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب مہاجرین وانصار میں تشریف لاتے اور وہ بیٹھے ہوتے۔ ان کے درمیان حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہوتے۔ ان میں سے سوائے حضرت ابو بکر و عمر کے کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نظر نہ اٹھاتا، وہ دونوں حضورؐ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے، وہ دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے اور حضور ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے۔ (۲)

۴۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرین مجلس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "جس وقت آپ کلام شروع کرتے تو آپ کے ہم نشین اس طرح سر جھکا لیتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں، جس وقت آپ خاموش ہو جاتے تو وہ کلام کرتے اور کلام میں آپ کے سامنے تنازع نہ کرتے اور جو آپ کے سامنے کلام کرتا، اسے خاموش ہو کر سنتے، یہاں تک کہ وہ اپنے کلام سے فارغ ہو جاتا۔" (۳)

(۱) ترمذی، کتاب التفسیر، تفسیر سورہ احزاب (۲) ترمذی، ابواب المناقب (۳) شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں سب سے پہلے خود حضور ارشاد فرماتے تھے' حاضرین مجلس سب سکون کی حالت میں باادب بیٹھے سنا کرتے تھے آپ کے بعد صحابہ کرام عرض کرتے' مگروہ کلام میں تنازع نہ فرماتے تھے' مجلس میں ایک وقت میں دو شخص کلام نہ کرتے اور نہ کوئی دوسرے کے کلام کو قطع کرتا تھا' بلکہ متکلم کے کلام کو سنتے رہتے' یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جاتا۔

۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام (بپاس ادب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازوں کو ناخنوں سے کھٹکھٹایا کرتے تھے۔ (۱)

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذی قعدہ ۶ھ میں عمرہ کے ارادے سے روانہ ہوئے' جب حدیبیہ میں پہنچے تو قریش ڈر گئے' اس لئے آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ میں بھیجا اور ان سے فرمایا: کہ تم قریش کو اطلاع دے دو کہ ہم عمرہ کے لئے آئے ہیں' لڑائی کے لئے نہیں آئے اور یہ بھی فرمایا: کہ ان کو دعوت اسلام دو' اور مسلمان مردوں اور عورتوں کو جو مکہ میں ہیں فتح کی بشارت دو' راستے میں حضرت ابان بن سعید اُموی جواب تک ایمان نہ لائے تھے' حضرت عثمان غنی سے ملے' انہوں نے حضرت عثمان کو جوار دی اور اپنے پیچھے گھوڑے پر سوار کر کے مکہ میں لے آئے۔

حضرت عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچایا' حدیبیہ میں مسلمان کہنے لگے کہ عثمان خوش نصیب ہے' جس نے بیت اللہ کا طواف کر لیا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے "کہ میرا گمان ہے کہ عثمان ہمارے بغیر طواف کعبہ نہ کریں گے۔ اسی اثناء میں یہ غلط خبر اڑی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں قتل کر دیئے گئے' اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے بیعت رضوان لی۔ حضرت عثمان چونکہ مکہ میں تھے' اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

(۱) الادب المفرد' باب قرع الباب اس روایت سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازوں میں حلقے نہ تھے، صحابہ کرام بپاس ادب بجائے دستک دینے کے ناخنوں سے کھٹکھٹایا کرتے تھے۔

اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر ان کو بیعت کے شرف میں داخل کیا، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ حضرت عثمان کا ہاتھ قرار پایا۔ بیعت رضوان کے بعد جب حضرت عثمان غنی واپس تشریف لائے تو مسلمانوں نے ان سے کہا کہ آپ خوش نصیب ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کر لیا، اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ تم نے میری نسبت گمان بد کیا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے !اگر میں وہاں ایک سال ٹھہرا رہتا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ میں ہوتے' تو میں آپ کے بغیر طواف نہ کرتا' قریش نے مجھ سے کہا تھا کہ طواف کر لو' مگر میں نے انکار کر دیا تھا۔ (۱)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ادب قابل غور ہے "کہ کفار مکہ آپ سے کہہ رہے ہیں کہ تم بیت اللہ کا طواف کر لو' مگر آپ جواب دیتے ہیں کہ مجھ سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا" کہ اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر اکیلا طواف کروں' اور ہر جب مسلمانوں نے کہا کہ خوش حال عثمان کا کہ ان کو خانہ کعبہ کا طواف نصیب ہوا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر فرماتے ہیں "کہ عثمان ہمارے بغیر ایسا نہیں کر سکتا' آقا ہو تو ایسا' خادم ہو تو ایسا۔ امام بوصیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے قصیدہ ہمزیہ میں کیا خوب فرمایا ہے۔

و ابی یطوف بالبیت اذلم. یدن منه الی النبی فناء
فجزته عنها بیعة رضوان. یدمن نبیه بیضاء
ادب عنده فضا عف الاعمال. بالترك حبذا الادباء

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت اللہ کے طواف سے انکار کر دیا' اس لیے کہ بیت اللہ کی کوئی طرف رسول اللہ کے قریب نہ تھی' پس ان کو رسول اللہ کے ید بیضا نے بیعت رضوان میں اس نیک عمل کا بدلہ دیا' یہ (تنہا طواف نہ کرنا) عثمان میں ایک بڑا ادب تھا' جس کے سبب ان کو طواف سے دگنا ثواب ملا' اصحاب محمد کیا خوب ادیب تھے۔

(۱) زاد المعاد لابن قیم' قصہ حدیبیہ' اور در منثور للسیوطی تفسیر سورۂ فتح

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام سب کے سب باادب تھے، مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ خوبی خصوصیت سے تھی، کیونکہ ان میں وصف حیاء جو منشاء ادب ہے، سب سے زیادہ تھا۔ آپ نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی، اپنا دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ پر نہ رکھا۔

۷۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کا وقت آیا تو آپ نے اپنے صاحبزادے سے اپنی تین حالتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا: پہلی حالت یہ تھی کہ میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانی دشمن تھا، اگر میں اس حالت میں مر جاتا تو دوزخی تھا۔ دوسری حالت اسلام کی تھی کہ کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ جلالت و ہیبت والا نہ تھا، اور میں آپ کی ہیبت کے سبب سے آپ کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا، اس واسطے اگر مجھ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حلیہ شریف دریافت کیا جائے تو میں بیان نہیں کر سکتا، اگر میں اس حال میں مر جاؤں تو امید ہے کہ اہل جنت میں سے ہوں گا۔ تیسری حالت حکمرانی کی تھی کہ جس میں میں اپنا حال نہیں جانتا۔ (۱)

۸۔ حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقہ کا کجاوہ کسا کرتا تھا، موسم سرما میں ایک رات مجھے غسل کی حاجت ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر کا ارادہ کیا، میں نے حالت جنابت میں کجاوہ کسنا پسند نہ کیا اور میں ڈرا کہ اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کروں تو مر جاؤں گا، یا بیمار ہو جاؤں گا، اس لئے میں نے انصار میں سے ایک شخص سے کجاوہ کسوایا، پھر میں نے پانی گرم کر کے غسل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے احباب سے جا ملا، آپ نے فرمایا: اے اسلع! آج کجاوہ اپنی جگہ سے کیوں ہل گیا، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے نہیں کسا۔ ایک

---

(۱) صحیح مسلم، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ و کذالحج والعمرہ

انصاری نے کسا ہے، آپ نے سبب دریافت فرمایا: میں نے عرض کیا، مجھے غسل کی حاجت ہو گئی تھی اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے مجھے اپنی جان کا خوف تھا، اس لئے میں نے اس سے کسوایا تھا اور پھر پانی گرم کر کے میں نے غسل کیا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیہ تیمم یعنی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى (نساء۔ ع ۷) نازل فرمائی۔ (۱)

۹۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے ملے، ان کو غسل کی حاجت تھی، ان کا بیان ہے کہ میں پیچھے ہٹ گیا، پھر غسل کر کے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کہاں گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے غسل کی حاجت تھی، آپ نے فرمایا: کہ مومن پلید نہیں ہوتا۔ (۲)

۱۰۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حذیفہ بن الیمان سے ملے، آپ حضرت حذیفہ سے مصافحہ کرنے لگے، حضرت حذیفہ پیچھے ہٹ گئے اور یہ عذر کیا کہ مجھ کو غسل کی حاجت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ مسلمان جب اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو اس کے گناہ یوں دور ہو جاتے ہیں جیسا کہ درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں، جب وہ دونوں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان پر سو رحمتیں نازل فرماتا ہے، جن میں ننانوے اس کے لیے ہیں جو ان دونوں میں سے زیادہ بشاش و کشادہ رو اور نکوکار اور اپنے بھائی کی حاجت روائی میں احسن ہو۔ (۳)

۱۱۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قباث بن اشیم سے پوچھا کہ تم بڑے ہو یا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہوں نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے بڑے ہیں، البتہ میں پیدائش میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ہوں۔ (۴)

---

(۱) اصابہ حوالہ طبرانی، ترجمہ اسلع الاعرجی، تفسیر در منثور حوالہ طحاوی و دار قطنی و طبرانی و بیہقی وغیرہ
(۲) ترمذی کتاب الطہارت، باب ماجاء فی مصافحۃ الجنب
(۳) کشف الغمہ للشعرانی، جزء ثانی، ص ۱۸۴
(۴) جامع ترمذی، باب ماجاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۲۔ حضرت سعید بن یربوع قرشی مخزومی کا نام صرم تھا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ ہم میں سے کون بڑا ہے؟ میں یا تو؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے بڑے ہیں اور نیک ہیں، میں عمر میں آپ سے زیادہ ہوں' یہ سن کر آپ نے ان کا نام بدل دیا اور فرمایا کہ تم سعید ہو۔ (۱)

۱۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے حدیث وکلام میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ نہیں دیکھا، جب وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آتیں، تو آپ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اور مرحبا کہہ کر ان کو چومتے اور اپنی جگہ بٹھاتے اور جب حضور ان کے ہاں تشریف لے جاتے، تو وہ آپ کے لئے کھڑی ہوئی جاتیں اور آپ کا دست مبارک پکڑ کر مرحبا کہتیں اور چومتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں، جب مرض موت میں وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرحبا کہہ کر ان کو چوما۔ (۲)

۱۴۔ دو یہودی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے نو ظاہر نشانیاں دریافت کیں۔ آپ نے بیان فرمادیں۔ "تو انہوں نے آپ کے دونوں ہاتھ مبارک اور دونوں پاؤں مبارک کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ پیغمبر ہیں۔" (۳)

۱۵۔ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ یہودیوں کی ایک قوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک اور ہر دو پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ (۴)

(۱) اصابہ، ترجمہ سعید بن یربوع (۲) الادب المفرد للبخاری، باب الرجل یقبل ابنتہ (۳) جامع ترمذی، ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء فی قبلہ الید والرجل
(۴) ابن ماجہ، باب الرجل یقبل ید الرجل

۱۶۔ حضرت ابن عمر کا بیان ہے کہ ہم کسی غزوہ میں تھے۔ لوگ پسپا ہو گئے، ہم نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس طرح ملیں گے؟ حالانکہ ہم لشکر سے بھاگ آئے ہیں اور خدا کا غضب لے پھرے ہیں، پس ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نماز فجر سے پہلے حاضر ہوئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہو کر نکلے اور فرمایا: کہ یہ لوگ کون ہیں؟ ہم نے عرض کیا، کہ ہم فراری ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

لَا بَلْ اَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ

نہیں، بلکہ تم عکاری (ہٹ کر حملہ کرنے والے) ہو۔

یہ سن کر ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا آپ نے فرمایا: کہ میں تمہارا گروہ ہوں، میں مسلمانوں کا گروہ ہوں، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ۔ (انفال ع ۲)

مگر ہٹنے والا لڑائی کے لئے یا پناہ ڈھونڈنے والا ایک گروہ کی طرف

۱۷۔ ام ابان بنت وازع بن زارع اپنے دادا زارع سے جو وفد عبدالقیس میں تھے، روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا، جب ہم مدینہ میں پہنچے تو ہم اپنے کجاووں سے جلدی جلدی اتر کر رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک اور پائے مبارک کو چومنے لگے۔ منذر الشج (رئیس وفد) کچھ دیر کے بعد لباس تبدیل کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا: کہ تم میں دو خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ حلم و وقار، منذر نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ خصلتیں مجھ میں کسبی ہیں یا جبلی؟ حضور نے فرمایا: جبلی ہیں، یہ سن کر منذر نے کہا، سب ستائش خدا کو ہے جس نے مجھے ایسی دو خصلتوں پر پیدا کیا ہے جن کو اللہ کا رسول دوست رکھتے ہیں۔ (۱) روایت بیہقی میں ہے کہ

(۱) ابوداؤد کتاب الادب، باب ما فی قبلہ الجسد، الادب المفرد للبخاری، باب تقبیل الید.

منذر نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کو پکڑ کر بوسہ دیا۔ (۱)

۱۸۔ حضرت بریدہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا' یارسول اللہ! میں اسلام لایا ہوں' مجھے کوئی ایسی چیز دکھایئے جس سے میرا یقین زیادہ ہو جائے' آپ نے فرمایا: کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ آپ اس درخت کو اپنے پاس بلالیں' آپ نے فرمایا: کہ تو جا کر اسے بلالا' وہ اس کے پاس گیا اور کہا' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے بلاتے ہیں' یہ سن کر وہ ایک طرف کو جھکا اور اس کی جڑیں اکھڑیں' پھر دوسری طرف کو جھکا اور جڑیں اکھڑیں۔ اسی طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ "السلام علیك یا رسول اللّٰہ" یہ دیکھ کر اعرابی نے کہا' مجھے کافی ہے' مجھے کافی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درخت سے فرمایا: کہ اپنی جگہ پر چلا جا' چنانچہ وہ چلا گیا اور اپنی جڑوں پر قائم ہو گیا۔ اعرابی نے عرض کیا' یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے سر مبارک اور ہر دو پائے مبارک کو بوسہ دوں' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی (اور اس نے سر مبارک اور ہر دو پائے مبارک کو چوما) پھر اس نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں' آپ نے فرمایا: کہ ایک شخص دوسرے کو سجدہ نہ کرے' اگر میں ایسے سجدے کی اجازت دیتا' تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے' کیونکہ شوہر کا اس پر بڑا حق ہے۔ (۲)

۱۹۔ حضرت ابوبزہ مکی مخزومی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے آقا عبداللہ بن سائب کے

(۱) زرقانی علی المواہب' وفد عبدالقیس' الادب المفرد للبخاری باب التودہ فی الامور
(۲) دلائل حافظ ابی نعیم' مطبوعہ' دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن' ص ۱۳۸

ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دیا۔

(اصابہ۔ ترجمہ ابوبزہ مکی)

۲۰۔ حضرت مسور بن مخرمہ ذکر کرتے ہیں کہ میرے والد مخرمہ نے مجھ سے کہا' بیٹا! مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قبائیں آئی ہیں' جنہیں وہ تقسیم فرمارہے ہیں۔ مجھے ان کے پاس لے چل' چنانچہ ہم وہاں حاضر ہوئے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دولت خانہ میں تھے' والد نے مجھ سے کہا' بیٹا! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے واسطے بلادو' مجھ پر یہ امر ناگوار گزرا۔ میں نے کہا' کیا میں تمہارے واسطے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آواز دوں؟ میرے والد نے کہا' بیٹا! وہ جبار نہیں ہیں' تب میں نے آپ کو آواز دی' آپ نکلے' اور آپ کے پاس ایک دیبا کی قبا تھی' جس کے تکمے سونے کے تھے' آپ نے فرمایا: اے مخرمہ! یہ ہم نے تمہارے واسطے چھپا رکھی ہے اور مخرمہ کو عطا فرمادی۔ (۱)

۲۱۔ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غریب خانہ پر تشریف لائے اور دروازے میں فرمایا: "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" میرے باپ نے دھیمی آواز سے جواب دیا۔ میں نے کہا' کیا آپ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا' اسی طرح رہنے دیجیے' تاکہ حضور ہم پر زیادہ سلام بھیجیں' رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری بار اسی طرح سلام کہا' حضرت سعد نے دھیمی آواز سے جواب دیا' حضور علیہ الصلوۃ والسلام تیسری بار سلام کہہ کر واپس ہو گئے۔ حضرت سعد آپ کے پیچھے نکلے اور عرض کیا' یارسول اللہ! میں آپ کا سلام سنتا رہا اور دھیمی

(۱) صحیح بخاری' کتاب اللباس' باب الزھد بالذھب

آواز سے جواب دیتا رہا' تاکہ آپ ہم پر زیادہ سلام بھیجیں۔ یہ سن کر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد کے ساتھ واپس تشریف لائے۔ آپ نے حضرت سعد کی درخواست پر غسل فرمایا: حضرت سعد نے زعفران سے رنگی ہوئی چادر پیش کی جو آپ نے اوڑھ لی' اور پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا فرمائی۔

"اللهم اجعل صلواتك ورحمتك على ال سعد بن عباده"

بعد ازاں آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ جب آپ واپس ہونے لگے تو میرے والد نے سواری کے لئے ایک دراز گوش پیش کیا' جس پر لحاف پڑا ہوا تھا اور مجھ سے کہا کہ ساتھ ہو لو 'میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو لیا' حضور نے مجھ سے فرمایا: کہ میرے ساتھ سوار ہو جاؤ' میں نے انکار کیا' آپ نے فرمایا: کہ سوار ہو جاؤ' ورنہ واپس ہو جاؤ 'اس لئے میں واپس چلا آیا۔

(ابو داود۔ کتاب اللوب)

۲۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کے والد بزرگوار بہت سا قرض چھوڑ گئے تھے' جب کھجوروں کے توڑنے کا وقت آیا تو حضرت جابر نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یوں عرض کیا۔

"آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد جنگ احد کے دن شہید ہو گئے' اور اپنے اوپر بہت سا قرض چھوڑ گئے' میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ کی زیارت کر لیں۔"

حضرت جابر نے یوں نہ کہا کہ آپ قرض خواہوں کے پاس چلئے' بلکہ بپاس ادب عرض کیا' کہ قرض خواہ آپ کی زیارت کر لیں۔

(بخاری' باب قضاء الوصی دیوان المیت بغیر محضر من الورثہ)

۲۳۔ ایک روز قبیلہ اسلم کے چند صحابہ کرام تیر اندازی میں باہم مقابلہ کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر وہاں ہوا۔ جب حضرت محجن بن اورع ایک اسلمی سے مقابلہ کر رہے تھے' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنی اسماعیل! تم تیر

اندازی کرو' کیونکہ تمہارا باپ تیر انداز تھا' تم تیر پھینکتے جاؤ' میں ابن اورع کے ساتھ ہوں' یہ سن کر حضرت نضلہ بن عبید اسلمی نے اپنے ہاتھ سے کمان پھینک دی اور عرض کیا۔

"جب حضور ابن اورع کے ساتھ ہیں تو میں اس کے ساتھ تیر نہیں پھینکتا' کیونکہ جس کے ساتھ آپ ہیں' وہ مغلوب نہیں ہو سکتا۔"

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ تم تیر اندازی کرو' میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (۱)

۲۴۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ نے حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان میں قیام فرمایا' آپ مکان کے نیچے کے حصے میں ٹھہرے اور ابو ایوب مع عیال اوپر کے حصے میں رہے' ایک رات ابو ایوب بیدار ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے اوپر چلتے پھرتے ہیں' یہ کہہ کر انہوں نے اس جگہ سے ہٹ کر ایک جانب میں رات بسر کی' پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلماللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: کہ نیچے کے حصے میں میرے واسطے آسانی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اس چھت پر نہیں چڑھتا جس کے نیچے آپ ہوں' پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر کے حصے میں تشریف لے گئے' اور ابو ایوب نیچے کے حصے میں چلے آئے' ابو ایوب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھانا بھیجا کرتے۔ جو بچ کر آتا' خادم سے دریافت کرتے کہ طعام میں حضور اقدس کی انگلیاں کس جگہ تھیں؟ پھر اسی جگہ سے کھاتے' ایک روز کھانا تیار کیا گیا جس میں لہسن تھا' جب کھانا واپس آیا' تو حضرت ابو ایوب نے حسب معمول خادم سے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں کی جگہ دریافت کی' جواب ملا کہ حضور نے

(۱) اصابہ حوالہ ابن اسحاق ترجمہ محجن بن اورع اسلمی نیز مشکوۃ حوالہ بخاری باب اعداد آلہ الجہاد

کھایا ہی نہیں' یہ سن کر ابو ایوب ڈر گئے اور اوپر جا کر عرض کیا کہ کیا یہ (لہسن) حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: کہ حرام تو لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا' یہ سن کر انہوں نے عرض کیا کہ میں بھی اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں جسے آپ ناپسند کرتے ہیں (حضور کی کراہت کی وجہ یہ کہ) آپ کے پاس فرشتے اور وحی آیا کرتی تھی۔ (۱)

۲۴۔ حضرت ایلہ بنت مکرمہ عنبریہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں دیکھا' آپ اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے' ان کا بیان ہے کہ جب میں نے آپ کو نہایت خشوع سے اس حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو (ہیبت و جلال کے سبب سے) میں خوف سے کانپنے لگی۔
(شمائل ترمذی۔باب ماجاء فی جلسۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۲۵۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ پوچھنا چاہتا' تو اسے (آپ کی ہیبت کی وجہ سے) دو سال (یا سالوں) تاخیر میں ڈال دیتا۔ (۲)

۲۶۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک طعام ہوتے' تو ہم طعام میں ہاتھ نہ ڈالتے' یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے شروع فرماتے اور اپنا دست مبارک اس میں ڈالتے۔
(صحیح مسلم۔باب آداب الطعام والشرب واحکامہا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر جس طرح آپ کی حیات دنیوی میں واجب تھی' اسی طرح وفات شریف کے بعد بھی واجب ہے' سلف و خلف کا یہی طریقہ رہا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں بغرض توضیح درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت اسحٰق تجیبی (متوفی ذیعقدہ ۳۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد جب آپ کا ذکر آتا تو صحابہ کرام خشوع وانکسار ظاہر کیا

(۱) صحیح مسلم' باب اباحت اکل الثوم
(۲) شفاء شریف' علی القاری شرح میں لکھتے ہیں کہ اسے ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

کرتے' ان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور وہ حضور کے فراق اور اشتیاق زیارت میں رویا کرتے تھے' یہی حال بہت سے تابعین کا تھا۔ (شفاء شریف)

۲۔ حضرت سائب بن یزید کا بیان ہے کہ میں مسجد نبوی میں لیٹا ہوا تھا' ایک شخص نے مجھ پر کنکری ماری' میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان دو شخصوں کو بلا لاؤ! میں بلا لایا آپ نے ان سے پوچھا' تم کون ہو یا کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں دُرّے لگاتا' کیا تم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو؟ (صحیح بخاری۔باب رفع الصوت فی المسجد)

۳۔ حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ عشاء کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں تھے' ناگاہ ایک شخص کے ہنسنے کی آواز کان میں آئی آپ نے اسے بلا کر پوچھا' تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں قبیلہ ثقیف سے ہوں' پھر دریافت کیا' تم اس شہر کے رہنے والے ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں' بلکہ طائف کا رہنے والا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے اسے دھمکایا اور فرمایا: اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے' تو میں تمہیں سزا دیتا' اس مسجد میں آوازیں بلند نہیں کی جاتیں۔ (وفاء الوفاء۔ جزو ثانی' ص ۳۵۴)

۴۔ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں امام مالک سے مناظرہ کیا اور اثنائے مناظرہ میں آواز بلند کی' حضرت امام نے فرمایا: اے امیر المومنین! اس مسجد میں اپنی آواز کو بلند مت کر' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو یوں ادب سکھایا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الآیہ. اور ایک قوم جو ادب بجالائی' ان کی یوں تعریف کی اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ الآیہ ۔ اور ایک قوم کی یوں مذمت کی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ الآیہ. آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام وفات شریف کے بعد بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ حالت حیات میں تھا' یہ سن کر ابو جعفر دھیما پڑ گیا' کہنے لگا؟ اے عبد اللہ! (امام مالک) کیا میں قبلہ رو ہو کر دعا مانگوں' یا کہ رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب منہ کروں؟ امام مالک نے جواب دیا کہ تم رسول اللہ کی طرف سے اپنا کیوں پھیرتے ہو، حالانکہ وہ قیامت کے دن تمہارے وسیلہ اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں، بلکہ تم حضور ہی کی طرف منہ کرو اور آپ ہی کے وسیلہ سے دعا مانگو، اللہ تعالیٰ قبول کرے گا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (نساء ع ۹)

اور اگر یہ لوگ جس وقت کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ آپ کے پاس آتے اور خدا سے بخشش مانگتے، اور پیغمبران جس کے لئے بخشش مانگتا، تو وہ اللہ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔ (شفاء شریف)

۵۔ شیخ الاسلام نور الدین علی بن احمد سمہودی (۱) (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں منکرات سے ایک امر جس میں متصدیان صیغہ تعمیر تساہل کرتے ہیں، یہ ہے کہ مسجد نبوی میں آرہ کش اور بڑھئی اور سنگتراش کام کرنے کے لئے لائے جاتے ہیں، اشیاء کے توڑنے پھوڑنے اور چیرنے وغیرہ سے سخت شور وشغب برپا ہوتا ہے، حالانکہ یہ سب کام مسجد سے باہر تیار ہو سکتا ہے، اسی طرح عمارت کا مصالحہ خچروں اور گدھوں پر مسجد میں لایا جاتا ہے، حالانکہ اسے آدمی مسجد کے دروازے میں سے اندر لا سکتے ہیں۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر مسجد نبوی کے گرد کسی مکان میں میخ کے ٹھونکنے کی آواز سنتیں، تو کہلا بھیجتیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت نہ دو، اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے، کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر کے دونوں کواڑ مناصع (۲) میں تیار کرائے، کہ مبادا تیاری میں لکڑی کی آواز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچے۔ انتہی (وفاء الوفاء، جزء اول، ص ۴۷۹)

(۱) وفاء الوفاء حوالہ ابن زبالہ، جزء اول ص ۳۹۸

(۲) مناصع مدینہ منورہ سے باہر ایک جگہ کا نام ہے، جہاں عورتیں زمانہ جاہلیت میں رات کے وقت بول وبراز کے لیے جایا کرتی تھیں، کذا فی معجم البلدان للیاقوت

۶۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ میں ایوب سختیانی، محمد بن منکدر تیمی، امام جعفر صادق، عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، عامر بن عبداللہ بن زبیر۔ صفوان بن سلیم اور امام محمد بن مسلم زہری سے ملا کرتا تھا۔ میں نے ان کا یہ حال دیکھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتا، ان کا رنگ زرد ہو جاتا، وہ شوق زیارت میں رویا کرتے، بلکہ بعض تو خود ہو جایا کرتے۔ (شفاء شریف)

۷۔ امام مالک نے اپنی تمام عمر مدینہ منورہ میں بسر کی، بپاس ادب کبھی مدینہ شریف کے حرم کی حد میں بول وبراز نہیں کیا۔ (شفاء شریف)

۸۔ امام شافعی کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک کے دروازے پر کئی ایسے خراسانی گھوڑے اور مصری خچر دیکھے کہ جن سے بہتر میں نے نہیں دیکھے، میں نے امام مالک سے کہا، کہ یہ کیسے اچھے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ سب میری طرف سے آپ کے لیے ہدیہ ہیں، میں نے کہا، اپنی سواری کے لئے ان میں سے کچھ رکھ لیں، انہوں نے کہا، مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ اس زمین کو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اپنے گھوڑے کے سموں سے پامال کروں۔ (وفاء الوفاء۔ جزء ثانی، ص ۴۵۰)

۹۔ ایک شخص نے کہا کہ مدینہ طیبہ کی مٹی خراب ہے، امام مالک نے فتویٰ دیا کہ اسے تیس دُرّے مارے جائیں اور قید کیا جائے اور فرمایا: کہ ایسا شخص تو اس لائق ہے کہ اس کی گردن ماری جائے، وہ زمین جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرمارہے ہیں، اس کی نسبت وہ گمان کرتا ہے کہ وہ خراب ہے۔ (شفاء شریف)

۱۰۔ حضرت احمد بن فضلویہ بڑے غازی اور تیر انداز تھے، انہوں نے جب سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمان کو اپنے دست مبارک میں لیا ہے، تو اس روز سے بپاس ادب کبھی کمان کو بے وضو نہیں چھوا۔ (شفاء شریف)

۱۱۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) کے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

(۱) تاریخ صغیر للبخاری، مطبوعہ انوار احمدی الٰہ آباد ص ۴۲

ایک عصا تھا' حضرت جہجاہ غفاری نے یوم وار سے پہلے ان کے ہاتھ سے چھین لیا اور اپنے گھٹنے پر رکھ کر اسے توڑنا چاہا (یا توڑ دیا) اس جرأت پر حاضرین چلا اٹھے' ان کے گھٹنے میں مرض اکلہ پیدا ہو گیا' انہوں نے بدیں خیال کہ مبادا مرض بدن میں سرایت کر جائے' گھٹنے کو کاٹ دیا' مگر ایک سال تمام نہ ہونے پایا کہ وفات پائی۔

۱۲۔ حضرت ابوالفضل جوہری اندلسی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے زیارت کے لیے مدینہ منورہ کا قصد کیا' جب اس کے مکانات کے قریب پہنچے' تو سواری سے اتر پڑے اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے پیدل چلے۔

وَلَمَّا رَاَیْنَا رَسْمَ مَنْ لَمْ یَدَعْ لَنَا فُؤَادًا لِعِرْفَانِ الرُّسُوْمِ وَلَا لُبًّا نَزَلْنَا عَنِ الْاَکْوَارِ نَمْشِیْ کَرَامَةً لِمَنْ بَانَ عَنْهُ اَنْ نُلِمَّ بِهٖ رَکْبًا۝ (شفاء شریف)

جب ہم نے اس ذات شریف کے آثار دیکھے جس نے آثار شریف کی پہچان کے لئے ہمارے واسطے نہ دل چھوڑا' نہ عقل خالص' ہم پالانوں سے اتر پڑے اور اس ذات شریف کی تعظیم کے لیے پیدل چلنے لگے' جس کی زیارت سواری کی حالت میں بعید از ادب ہے۔

بعض مشائخ کرام پیدل حج کو گئے' ان سے سبب دریافت کیا گیا' تو فرمایا: کہ غلام مفرور اپنے مولا کے دروازے پر سوار ہو کر نہیں آتا' اگر ہم میں طاقت ہوتی تو سر کے بل آتے۔ (شفاء شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر میں سے یہ امر بھی ہے کہ آپ کی آل اطہار و ذریت طیبہ اور ازواج مطہرات کی تعظیم و تکریم اور ان کے حقوق کی رعایت کی جائے' اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کرام کی تعظیم و توقیر کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و تکریم ہے' صحابہ کرام کے درمیان جو اختلافات و مشاجرات وقوع میں آئے' ان کی تاویل نیک کرنی چاہیے' وہ مجتہد تھے' جو کچھ انہوں نے کیا از روئے اجتہاد و خلوص کیا' وہ کسی طرح موردِ طعن نہیں ہیں' رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ تفصیل کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔

ترسم آں قوم کہ بر درد کشاں مے خندند
در سر کار خرابات کنند ایماں را

قاضی عیاض رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہے' ان کی تعظیم و تکریم کرنا' حرمین شریفین میں آپ کے مشاہد و مساکن کی تعظیم کرنا' آپ کے منازل اور وہ چیزیں جن کو آپ کے دست مبارک یا کسی اور عضو نے چھوا' یا آپ کے نام سے پکاری جاتی ہوں' ان سب کا اکرام کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی تعظیم و تکریم میں داخل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف کا ادب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم میں سے ایک امر یہ ہے کہ آپ کی حدیث شریف کی تعظیم کی جائے' حدیث شریف کے پڑھنے یا سننے کے لئے غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ جب حدیث شریف پڑھی جائے' تو اپنی آواز کو بلند نہ کرنا چاہئے' بلکہ دھیمی کر دینی چاہئے' جیسا کہ حیات شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تکلم کے وقت ہوا تھا' اور مستحب یہ ہے کہ حدیث شریف اونچی جگہ پڑھی جائے' حدیث شریف پڑھتے پڑھاتے وقت کسی کی تعظیم کے لئے اٹھنا مکروہ ہے۔

جب لوگ امام مالک کے پاس طلب علم کے لئے آتے' تو خادمہ دولت خانہ سے نکل کر ان سے دریافت کیا کرتی' کہ حدیث شریف کے لئے آئے ہو یا مسائل فقہیہ کے لئے' اگر وہ کہتے کہ مسائل کے لئے آئے ہیں' تو امام موصوف فوراً نکل آتے' اور اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث شریف کے لیے آئے ہیں' تو حضرت امام غسل کر کے خوشبو لگاتے' پھر تبدیل لباس کر کے نکلتے' آپ کے لئے ایک تخت بچھایا جاتا' جس پر بیٹھ کر آپ روایت حدیث کرتے' اثنائے روایت میں مجلس میں عود جلایا جاتا' یہ تخت صرف روایت حدیث کے لئے رکھا ہوا تھا' جب امام موصوف سے اس کا سبب پوچھا گیا' تو فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اس طرح رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ میں امام مالک کے ساتھ عقیق کی طرف جارہا تھا' راستے میں میں نے ان سے ایک حدیث کی بابت پوچھا' انہوں نے مجھے جھڑک دیا اور فرمایا: کہ مجھے تم سے یہ توقع نہ تھی کہ راستہ چلتے ہوئے مجھ سے حدیث شریف کی بابت سوال کروگے۔

قاضی جریر بن عبدالحمید نے امام مالک سے حالت قیام میں ایک حدیث کی بابت پوچھا' امام موصوف نے ان کے لئے قید کا حکم دیا' جب حضرت امام سے اس کا سبب دریافت کیا گیا؟ تو فرمایا: کہ قاضی تادیب کا زیادہ سزاوار ہے۔

ہشام بن عمار نے امام مالک سے جو کھڑے تھے 'ایک حدیث پوچھی' آپ نے اس کو بیس کوڑے مارے' پھر ترس کھا کر بیس حدیثیں روایت کیں' یہ دیکھ کر ہشام نے کہا' کاش! وہ اور کوڑے مارتے اور زیادہ حدیثیں روایت کرتے۔

حضرت ابن سیرین تابعی بعض وقت ہنس پڑتے' مگر جب ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا ذکر آتا' تو ان پر خشوع طاری ہو جاتا۔

حضرت قتادہ کی نسبت مروی ہے کہ جب وہ حدیث سنتے تو ان کو گریہ واضطراب لاحق ہو جاتا۔

حافظ عبدالرحمٰن بن مہدی (متوفی ۱۹۸ھ) جب حدیث پڑھتے تو حاضرین مجلس کو چپ رہنے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ بتقاضائے لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔

حدیث شریف کی قرأت کے وقت سکوت واجب ہے' جیسا کہ حیات شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول مبارک کے سننے کے وقت واجب تھا۔

امام مالک کا قول ہے کہ ایک شخص حضرت ابن مسیب کے پاس آیا آپ اس وقت لیٹے ہوئے تھے' اس نے آپ سے ایک حدیث دریافت کی' آپ اٹھ بیٹھے اور حدیث بیان کی' اس

نے کہا' میں چاہتا تھا کہ آپ اٹھنے کی تکلیف نہ فرماتے آپ نے فرمایا: میں پسند نہیں کرتا کہ لیٹے ہوئے حدیث شریف بیان کروں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا' آپ ہم سے حدیثیں بیان کر رہے تھے' اثنائے قراءت میں آپ کو ایک بچھو نے سولہ مرتبہ ڈنگ مارا' آپ کا رنگ زرد ہو رہا تھا' مگر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو قطع نہ کیا' جب آپ روایت حدیث سے فارغ ہوئے اور سامعین چلے گئے' تو میں نے عرض کیا کہ میں نے آج آپ سے ایک عجیب بات دیکھی ہے' فرمایا: ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی عظمت واحترام کے لئے صبر کیا۔

(ماخوذ از مواہب وشفاء شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آثار شریفہ کی تعظیم

۱۔ حضرت ابن سیرین تابعی نے حضرت عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس یا اہل انس سے ملے ہیں' یہ سن کر حضرت عبیدہ نے کہا' کہ میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا میرے نزدیک دنیا ومافیہا سے محبوب تر ہے' حضرت انس فرماتے ہیں' کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر مبارک کے بال منڈواتے' تو حضرت ابوطلحہ سب سے پہلے آپ کے موئے مبارک لیتے۔

(صحیح بخاری، کتاب الوضوء' باب الماء الذی بفسل بہ شعر الانسان)

۲۔ حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کے سر مبارک کو مونڈ رہا تھا' صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے' وہ سب یہ چاہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو بال مبارک گرے' وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔

(صحیح مسلم۔ باب قربہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الناس و تبرکھم بہ)

۳۔ حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزدلفہ سے منیٰ میں آئے اور جمرہ عقبہ میں کنکریاں پھینک کر اپنے مکان پر تشریف لائے پھر آپ نے حجام کو بلایا اور سر مبارک کے داہنی طرف کے بال منڈوائے اور ابو طلحہ انصاری کو بلا کر عطا فرمائے۔ بعد ازاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بائیں طرف کے بال منڈوا کر ابو طلحہ انصاری کو بلا کر عنایت کئے اور ان سے فرمایا کہ یہ تمام بال لوگوں میں تقسیم کردو۔
(مشکوۃ بحوالہ صحیحین کتاب المناسک باب الحلق)

مرا از زلف تو موئے بسند است
فضولی ہے کنم بوئے بسند است

۴۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کچھ سرخ رنگ کے بال تھے جو ایک ڈبیہ بشکل جُلجُل میں رکھے ہوئے تھے۔ لوگ ان بالوں سے نظر بد اور دیگر بیماریوں کا علاج کیا کرتے تھے کبھی تو ان کو پانی کے پیالہ میں رکھتے پھر پانی کو پی لیتے اور کبھی جُلجُل کو پانی کے مٹکے میں رکھ دیتے' پھر اس پانی میں بیٹھ جاتے' یہ ماحصل حدیث بخاری ہے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب اللباس' باب ماینکر فی المشیب)

۵۔ امام بخاری نے تاریخ میں بروایت ابو سلمہ نقل کیا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن زید نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے والد (عبداللہ بن زید رائی الاذان) منحر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے حضور نے ضحایا تقسیم فرمائے اور اس کو اپنے بالو میں سے دیا۔

(اصابہ)

طبقات ابن سعد میں اس روایت میں اتنا اور ہے کہ محمد مذکور فرماتے ہیں' کہ وہ بال مہندی اور وسمہ سے رنگا ہوا ہمارے پاس موجود ہے۔

۶۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (موذن اہل مکہ) کے سر کے سامنے کے حصہ میں بالوں کا ایک جوڑا تھا' جب وہ زمین پر بیٹھتے اور اس کو کھول دیتے تو بال زمین سے لگ

جاتے' کسی نے ان سے کہا کہ ان بالوں کو منڈوا کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں ان کو منڈوا نہیں سکتا' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ان کو لگا ہوا ہے۔ (شفاء شریف)

۷۔ حضرت خالد بن ولید قرشی مخزومی کی ٹوپی جنگ یرموک میں گم ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ تلاش کرو۔ تلاش کرتے کرتے آخر کار مل گئی۔ لوگوں نے ان سے سبب پوچھا تو فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ ادا فرمایا جب آپ نے سر مبارک منڈوایا تو لوگ آپ کے موئے مبارک لینے کے لئے دوڑے۔ میں نے بھی آپ کی پیشانی مبارک کے بال لے کر اس ٹوپی میں رکھ لئے جس لڑائی میں یہ ٹوپی میرے پاس رہی مجھے فتح نصیب ہوتی رہی۔ (اصابہ ترجمہ خالد بن ولید)

شفاء شریف میں اس طرح ہے کہ حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ بال تھے وہ ٹوپی کسی غزوہ میں گر گئی۔ حضرت خالد نے اس کے لئے مڑ کر سخت حملہ کیا۔ جس میں بہت سے مسلمان کام آئے۔ صحابہ کرام نے ان پر اعتراض کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہیں کیا بلکہ موئے مبارک کے لئے کیا تھا جو اس ٹوپی میں تھے کہ مبادا ان کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ لگ جائیں۔

۸۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام سُلیم' والدہ انس کے ہاں چمڑے کے فرش پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے جب آپ اٹھتے تو وہ آپ کے پسینہ مبارک کو ایک شیشی میں جمع کر لیتیں اور شانہ کرتے وقت جو بال گرتے ان کو اور پسینہ مبارک کو سُک میں ملا دیتیں۔ حضرت ثمامہ کا قول ہے کہ جب حضرت انس بن مالک کی وفات کا وقت آیا تو مجھے وصیت کی کہ اس سُک میں سے کچھ میرے حنوط میں ڈال دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔
(صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب من زار قوما فقال عندھم)

سُک: ایک قسم کی عمدہ خوشبو ہے جو مرکب ہوتی ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک کو بچوں کے چہرے اور بدن پر مل دیا کرتے تھے جس سے وہ تمام بلاؤں سے محفوظ رہا کرتے تھے۔

۹۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام سلیم کے گھر میں آکر ان کے بستر پر قیولہ فرمایا کرتے اور وہ گھر میں نہ ہوا کرتیں۔ ایک روز حسب معمول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے بستر پر سوئے ہوئے تھے۔ جب ان کو خبر ہوئی تو آکر دیکھا کہ حضور کا پسینہ بستر پر ایک چمڑے کے ٹکڑے پر پڑا ہوا ہے' انہوں نے اپنے ڈبے میں سے ایک شیشی نکالی اور پسینہ مبارک کو اس میں نچوڑنے لگیں' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی' تو پوچھا کہ ام سلیم! تم کیا کر رہی ہو؟ ام سلیم نے عرض کیا' کہ ہم اپنے بچوں کے لئے آپ کے پسینے کی برکت کے امیدوار ہیں' آپ نے فرمایا: کہ تم نے سچ کہا۔

(صحیح مسلم۔ باب طیب عرقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والتبرک بہ)

۱۰۔ حضرت ثابت بنانی کا بیان ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم حضرت انس بن مالک ؓ نے مجھ سے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں سے ایک ہے جب میں مر جاؤں تو اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا چنانچہ میں نے حسب وصیت ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور وہ اسی حالت میں دفن کیے گئے۔ (اصابہ ترجمہ انس بن مالک)

۱۱۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات آیا تو انہونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ بال اور ناخن منگوائے اور وصیت کی کہ یہ میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد جزء خامس ص ۳۰۰)

۱۲۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ کے خدام اپنے برتن (جن میں پانی ہوتا) لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے آپ ہر ایک برتن میں اپنا دست مبارک ڈبو دیتے بعض وقت سردی ہوتی تو بھی اسی طرح کرتے۔

(صحیح مسلم۔ باب قربہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من الناس و تبرکھم بہ و تواضعہ لھم)

۱۳۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرماتے تو وضو کے پانی کے لئے حاضرین میں لڑائی تک نوبت پہنچنے لگتی۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الوضوء باب استعمال فضل وضوء الناس)

۱۴۔ حضرت ابو جحیفہ (وہب بن عبداللہ سوائی) کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سرخ قبا میں تھے میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کا پانی لیا اور لوگ اس پانی کے لینے کے لئے دوڑ رہے تھے جس کو اس میں سے کچھ ملتا وہ اسے اپنے ہاتھوں پر ملتا اور جس کو کچھ نہ ملتا وہ دوسرے کے ہاتھ کی تری لے کر مل لیتا۔

(صحیح بخاری۔ کتاب اللباس باب القبہ الحمراء من ادم)

۱۵۔ حضرت طلق بن علی یمامی کا بیان ہے کہ ہم اپنے وطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نکلے۔ حاضر خدمت ہو کر ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور عرض کیا کہ ہمارے وطن میں ہمارا ایک گرجا ہے پھر ہم نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اپنے وضو کا بچا ہوا پانی عنایت فرمائیں آپ نے پانی طلب فرمایا اور وضو کر کے بقیہ آپ کی ایک کلی ہمارے واسطے چھاگل میں ڈال دی اور روانگی کی اجازت دے کر فرمایا کہ جب تم اپنے وطن میں پہنچ جاؤ تو اپنے گرجا کر توڑ ڈالو اور اس کی جگہ پر اس پانی کو چھڑک دو اور گرجا کی جگہ پر مسجد بنالو۔ ہم نے عرض کیا کہ ہمارا شہر مدینہ منورہ سے دور ہے۔ گرمی سخت ہے۔ یہ پانی خشک ہو جائے گا آپ نے فرمایا کہ اس میں اور اپنی ڈال لینا برکت زیادہ ہو جائے گی۔

(مشکوۃ بحوالہ نسائی باب المساجد و مواضع الصلوۃ)

۱۶۔ ایک روز حضرت خداش بن ابی خداش مکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک پیالے میں کھانا کھاتے دیکھا انہوں نے آپ سے وہ پیالہ بطور تبرک لے لیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت خداش کے ہاں تشریف لے جاتے تو ان سے وہی

پیالہ طلب فرماتے۔ اسے آب زمزم سے بھر کر پیتے اور اپنے چہرے پر چھینٹے مارتے۔

(اصابہ ترجمہ خداش)

۱۷۔ حضرت اسماء بنت عمیس بیان کرتی ہی کہ ہم نے بعض ازواج مطہرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں بطور عروس بھیجا۔ جب ہم خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو آپ نے ایک بڑا پیالہ دودھ کا نکالا اور اس میں سے پی کر اپنی بیوی کو دیا۔ وہ بولیں کہ مجھے اشتہا نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کر۔ پھر مجھے عنایت فرمایا۔ میں اس پیالہ کو اپنے ہونٹوں پر پھرانے لگی حالانکہ میں پیتی نہ تھی۔ محض بدیں غرض پھراتی تھی کہ میرے ہونٹ اس جگہ سے لگ جائیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہونٹ مبارک لگے تھے بعد ازاں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی کو چھوڑ آئے۔ (معجم صغیر طبرانی اسم عبدالحمید

۱۸۔ حضرت عاصم احول روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ دیکھا جو عریض وعمدہ اور چوب نضار (درخت گز یا شمشاد) کا بنا ہوا تھا وہ ٹوٹ گیا تھا حضرت انس نے اسے چاندی کے تار سے جوڑا ہوا تھا۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ میں نے اس پیالہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارہا پانی پلایا۔ بقول ابن سرین اس میں لوہے کا ایک حلقہ تھا۔ حضرت انس نے چاہا کہ بجائے لوہے کے سونے یا چاندی کا حلقہ بنائیں مگر ابو طلحہ نے کہا کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنایا ہو اسے تبدیل نہ کرنا چاہیے۔ یہ سن کر ویسا ہی رہنے دیا۔

(صحیح بخاری کتاب۔ الاشربہ باب المشرب من قدح النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

یہ پیالہ حضرت نضر بن انس کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم کو خرید اگیا۔ امام بخاری سے روایت ہے کہ میں نے اس پیالہ کو بصرہ میں دیکھا اور اس میں پانی پیا ہے۔

(شرح شمائل للبیجوری بحوالہ شرح مناوی)

۱۹۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب سقیفہ بنی ساعدہ میں رونق افروز تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سہل بن سعد سے فرمایا کہ ہمیں پانی پلاؤ۔ چنانچہ حضرت سہل نے ایک پیالہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کے اصحاب کو پانی پلایا۔ حضرت ابو حازم کا بیان ہے کہ حضرت سہل نے وہی پیالہ ہمارے واسطے نکالا اور ہم نے پانی پیا۔ اس پیالہ کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سہل سے مانگ کر لے لیا۔ (صحیح مسلم۔ باب اباحہ النبیذ الذی لم یشتد ولم یصر مسکرا)

۲۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن انیس کو عرفہ میں خالد بن سفیان بن نبیح ہذلی کے قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر لے کر ایک غار میں داخل ہوئے۔ اس غار پر مکڑی نے جالا تن دیا۔ دشمن جو تعاقب میں آئے، انہوں نے وہاں کچھ نہ پایا اور ناامید واپس ہو گئے۔ حضرت عبداللہ غار سے نکل کر اٹھارہ دن کے بعد خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور خالد کے سر کو سامنے رکھ کر قصہ بیان کیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دست مبارک میں عصا تھا۔ آپ نے حضرت عبداللہ کو عطا فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا۔

تخصر بھذہ فی الجنہ — بہشت میں اس پر ٹیک لگانا

وہ عصا حضرت عبداللہ کے پاس رہا جب ان کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ دفن کر دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (۱)

۲۱۔ امام ابن مامون کا بیان ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا ہم اس میں بغرض شفاء بیماروں کو پلاتے ہیں۔

۲۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اونی جبّہ کسروانی تھا، جس کی جیب اور دونوں

---

(۱) حیاۃ الحیوان للدمیری، تحت عنکبوت زرقانی علی المواہب، باب ہجرۃ المصطفی واصحابہ الی المدینہ

چاکوں پر دیبا کی سنجاف تھی، یہ جبّہ پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا، ان کے بعد حضرت اسماء بنت ابی بکر نے لے لیا، وہ فرماتی ہیں کہ اس جبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے، ہم اسے دھو کر بغرض شفاء بیماروں کو پلاتے ہیں۔ (۱)

۲۳۔ حضرت محمد بن جابر کے دادا سیار بن طلق یمامی وفد بنی حنیفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اپنی قمیض کا ایک ٹکڑا عنایت فرمائیے۔ میں اس کے ساتھ اپنا دل بہلایا کروں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرما کر اپنی قمیض کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا محمد بن جابر کا بیان ہے کہ میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ ٹکڑا ہمارے پاس تھا ہم اسے دھو کر بغرض شفاء بیماریوں کو پلایا کرتے تھے۔ (اصابہ ترجمہ سیار بن طلق)

۲۴۔ جب حضرت ولید بن ولید بن مغیرہ قرشی مخزومی مکہ میں قید سے بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ میں مرا جاتا ہوں آپ مجھے اپنے کسی زائد کپڑے میں جو آپ کے جسد اطہر پر رہا ہو کفنانا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی قمیض میں کفنایا۔ (اصابہ ترجمہ ولید بن ولید بن مغیرہ)

۲۵۔ حضرت عبداللہ بن حازم کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا جسے وہ جمعہ اور عیدین میں پہنا کرتے تھے لڑائی میں جب فتح پاتے تو بطور تبرک اس عامہ کو پہنتے اور فرماتے کہ یہ عمامہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہنایا تھا۔ (اصابہ)

۲۶۔ ایوب بن نجار بروایت ابو عبداللہ نقل کرتے ہیں کہ ان کے دادا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاف تھا جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے ان کے دادا کو کہا بھیجا چنانچہ وہ اس لحاف کو چمڑے میں لپیٹ کر لائے۔ حضرت عمر بن

(۱) صحیح مسلم، باب تحریم اناء الذهب والفضه علی النساء والرجال

عبدالعزیز اس سے اپنے چہرے کو ملنے لگے۔ (تاریخ صغیر للبخاری ص ۱۱۱)

۲۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض وقت شفاء بنت عبداللہ قرشیہ عدویہ کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کے گھر میں قیلولہ فرماتے۔ حضرت شفاء نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک بچھونا اور ایک چادر بنوائی تھی۔ جس میں آپ سوجایا کرتے۔ وہ بچھونا اور چادر حضرت شفاء کے خاندان میں رہی یہاں تک کہ مروان بن الحکم نے لے لی۔

(استیعاب واصابہ)

۲۸۔ جب حضرت کعب بن زہیر نے ایمان لا کر اپنا قصیدہ بانت سعاد پڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی چادر اڑھائی۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں بروایت سعید بن مصیب نقل کیا ہے کہ یہ وہی چادر ہے جسے خلفاء عیدین میں پہنتے ہیں۔ (انتہی)

ابوبکر بن انباری (متوفی ۱۰ ذی الحجہ ۳۲۸ھ) کی روایت میں ہے کہ جب حضرت کعب اس شعر پر پہنچے۔

ان الرسول النوريستضاء به

مهند من سيوف الله مسلول

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف چادر مبارک پھینک دی۔ حضرت معاویہ نے اس چادر کے لئے دس ہزار درہم خرچ کئے مگر حضرت کعب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کے لئے میں کسی کو اپنی ذات پر ترجیح نہیں دیتا حضرت کعب کی وفات کے بعد حضرت معاویہ نے ان کے ورثہ سے وہ چادر بیس ہزار درہم میں لے لی۔ ابن انباری کا قول ہے کہ وہی چادر آج تک سلاطین کے پاس ہے۔

(شرح قصیدہ بانت سعاد لابن ہشام المتوفی ۷۶۱ھ)

۲۹۔ حضرت سہل بن سعد روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ چادر میں نے اپنے

ہاتھ سے بُنی ہے۔ میں آپ کے پہننے کے لئے لائی ہوں آپ کو ضرورت تھی اس لئے آپ نے قبول فرمالی۔ پھر آپ اسے بطور تہبند باندھ کر ہماری طرف نکلے۔ صحابہ میں سے ایک نے دیکھ کر عرض کیا کیا اچھی چادر ہے یہ مجھے پہنا دیجئے آپ نے فرمایا ہاں کچھ دیر کے بعد آپ مجلس سے اٹھ گئے۔ پھر واپس آئے اور وہ چادر لپیٹ کر اس سائل صحابی کے پاس بھیج دی صحابہ کرام نے اس سے کہا کہ تو نے اچھا نہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس چادر کا سوال کیا حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ کسی کا سوال ردّ نہیں فرماتے۔ اس صحابی نے کہا اللہ کی قسم میں نے صرف اس واسطے سوال کیا کہ میرے مرنے پر یہ چادر میرا کفن بنے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ چادر اس کا کفن ہی بنی۔

(صحیح بخاری کتاب اللباس باب البرود والحبرہ والشملہ)

۳۰۔ حضرت ابوبردہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ہمیں ایک کملی جو پیوندی کی کثرت سے نمدہ کی مثل تھی اور ایک موٹا تہبند نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں میں وصال فرمایا۔

(صحیح بخاری کتاب۔ اللباس باب الاکسیتہ والخمائص)

۳۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتم شریف (مہر مبارک) جس میں تین سطریں یوں تھیں (محمد رسول اللہ) حضرت ابوبکر کے پاس تھی پھر حضرت عمر فاروق کے پاس رہی بعد ازاں حضرت عثمان غنی کو ملی۔ جب ان کی خلافت کو چھ برس ہو گئے تو ایک روز وہ چاہ اریس پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ہاتھ میں سے کوئیں میں گر پڑی۔ تین دن تلاش کرتے رہے۔ کوئیں کا تمام پانی نکالا گیا مگر نہ ملی۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی خاتم گم ہو گئی تھی تو ان کی بادشاہت جاتی رہی تھی۔ یہی راز حضرت حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتم گم ہونے میں تھا چنانچہ اس کے بعد اس فتنہ کا آغاز ہوا جس کا انجام حضرت عثمان غنی کی شہادت پر ہوا۔

(وفاء الوفاء، جزء ثانی، ص ۱۲۱)

۳۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار ذوالفقار حضرت امام زین العابدین کے پاس تھی جب وہ حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد یزید کے ہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت مسور بن مخرمہ نے حضرت امام سے وہی تلوار مانگی تھی اور عرض کیا تھا کہ "آپ سے لے لیں گے۔ آپ نے فرمایا جب تک میرے جسم میں جان ہے کوئی مجھ سے نہ لے سکے گا۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعصاہ وسیفہ الخ)

امام اصمعی (متوفی ۲۱۳ھ) ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز میں خلیفہ ہارون رشید کے ہاں گیا انہوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار ذوالفقار دکھائی۔ جس سے بہتر میں نے کوئی تلوار نہیں دیکھی۔ (زرقانی جزء ثالث ص ۳۷۸)

۳۳۔ حضرت عیسی بن طہمان کا بیان ہے کہ حضرت انس بن مالک نے ہمیں دو پرانے نعلین نکال کر دکھائے۔ جن میں سے ہر ایک میں بندش کے دو دو تسمے تھے۔ اس کے بعد حضرت ثابت بنانی نے بروایت انس مجھ سے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین شریفین ہیں۔ (صحیح بخاری باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۳۴۔ جنگ بدر میں حضرت زبیر نے جو برچھی عبیدہ بن سعید بن عاص کی آنکھ میں ماری تھی وہ یادگار رہی۔ بدیں طور کہ حضرت زبیر سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستعار لی۔ پھر آپ کے چاروں خلفاء کے پاس بطور تبرک منتقل ہوتی رہی بعد ازاں حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس رہیں۔ یہاں تک کہ حجاج نے ان کو ۷۳ھ میں شہید کر دیا۔

(صحیح بخاری باب شہود الملائکہ بدر)

۳۵۔ جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کو ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی۔ وہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ اس تلوار کو عرجون کہتے تھے۔ یہ بطور تبرک ان کے خاندان میں رہی۔ یہاں تک کہ بغا ترکی کے ہاتھ جو معتصم باللہ ابراہیم بن ہارون رشید کے امیروں میں سے تھا' بغداد میں دو سو دینار میں فروخت ہوئی۔ (زرقانی علی المواہب جزء ثانی ص ۴۳)

۳۶۔ حضرت عتبان بن مالک انصاری خزرجی کا بیان ہے کہ میری بصارت جاتی رہی۔ میں نے ایک شخص کو بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ آپ قدم رنجہ فرمائیں اور میرے مکان میں نماز پڑھیں تاکہ میں آپ کی جائے نماز کو مسجد مقرر کرلوں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اصحاب تشریف لائے اور آپ نے میرے مکان میں نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان)

۳۷۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو مریم جہنی کی عیادت کو تشریف لے گئے اور وہیں میدان میں نماز پڑھ کر واپس ہو گئے۔ قبیلہ جہنیہ کے چند اشخاص نے ابو مریم سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کریں کہ حضور بنفس نفیس ہمارے راستے ایک مسجد کی حدبندی کر دیں چنانچہ ابو مریم راستے ہی میں حضور سے جا ملے اور عرض کیا کہ آپ میری قوم کے لئے ایک مسجد کی حدبندی کر دیں چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپس ہو کر بنو جہنیہ میں ایک مسجد کی حدبندی کر دی۔

(اصابہ ترجمہ ابو مریم جہنی)

۳۸۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر شریف کے تین درجے تھے۔ حضور سب سے اوپر کے درجہ پر بیٹھتے اور درمیانی درجہ پر اپنے پاؤں مبارک رکھتے حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق اپنے عہد خلافت میں بپاس ادب درمیانے درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو پاؤں سب سے نیچے کے درجہ پر رکھتے۔ حضرت عمر فاروق اپنی خلافت میں سب سے نیچے کے درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو پاؤں زمین پر رکھتے حضرت عثمان غنی اپنی خلافت کے پہلے چھ سال حضرت عمر فاروق کی طرح کرتے رہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوس کی جگہ پر چڑھے۔

(وفاء الوفاء جزاول ص ۲۸۰)

کشف الغمہ (جزء اول ص ۱۲۱) میں ہے کہ جب حضرت عثمان غنی کا عہد آیا تو انہوں نے منبر شریف کے درجات زیادہ کر دیئے وہ اوپر کے تینوں درجوں کو چھوڑ کر زیادت کے

پہلے درجہ پر کھڑے ہوا کرتے تھے۔

۳۹۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ منبر منیف میں جو جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھنے کی تھی اسے ہاتھ سے مس کیا پھر اس ہاتھ کو اپنے منہ پر پھیر لیا۔ (شفاء شریف وطبقات ابن سعد)

۴۰۔ یحییٰ بن سعید جو امام مالک کے استاد تھے جب عراق کو جاتے تو منبر شریف کے پاس آکر اسے مس کرتے اور دعا مانگتے۔ (وفاء الوفاء جزء ثانی ص ۴۴۲)

۴۱۔ مسجد نبوی میں پہلی آتشزدگی یکم رمضان ۶۵۴ھ میں ہوئی اس میں ممبر نبوی کا بقایا بھی جل گیا چنانچہ ابو الیمن بن عساکر جو آتشزدگی کے وقت زندہ تھے تحفۃ الزائر میں یوں لکھتے ہیں۔

"منبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بقایا جل گیا۔ اس منبر کے زمانہ کو جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھنے کے وقت اپنا دست مقدس رکھا کرتے تھے زائرین مس کیا کرتے تھے اور دو خطبوں کے درمیان اور پیشتر حضور انور ممبر کی جس جگہ پر بیٹھا کرتے تھے اس جگہ کو اور منبر پر رونق افروز ہونے کے وقت جس جگہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر دو قدم ہوا کرتے تھے اس جگہ کو بھی زائرین مس کیا کرتے تھے۔ اب آتش زدگی سے وہ اس برکت عامہ ونفع عائد سے محروم ہو گئے۔ (وفاء الوفاء جزء اول ص ۲۸۸)

۴۲۔ حضرت اسعد بن زرارہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک چارپائی بطور ہدیہ پیش کی تھی۔ جس کے پائے ساگوان کی لکڑی کے تھے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس پر سویا کرتے تھے۔ جب وفات شریف ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی پر رکھا گیا حضور کے بعد حضرت صدیق اکبر کو بھی وفات پانے پر اسی پر رکھا گیا۔ بعد ازاں حضرت عمر فاروق کو بھی اس پر رکھا گیا پھر لوگ بطور تبرک اپنے مردوں کو اسی پر رکھا کرتے تھے یہ چارپائی بنو امیہ کے عہد میں میراث عائشہ صدیقہ میں فروخت ہوئی۔ عبداللہ

بن اسحاق نے اس کے تختوں کو چار ہزار درہم میں خرید لیا۔

(زرقانی علی المواہب بحوالہ ابن عماد، جزء ثالث ص ۳۸۲)

۴۳۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متروکات میں سے بعض چیزیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھیں، وہ ایک کمرے میں محفوظ تھیں، ابن عبدالعزیز ہر روز ایک بار ان کی زیارت کیا کرتے تھے اشراف میں سے اگر کوئی ان سے ملنے آتا تو اس کو بھی ان کی زیارت کرایا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس کمرے میں ایک چارپائی، چمڑے کا تکیہ، جس میں خرما کر چھال بھری ہوئی تھی، ایک جوڑہ موزہ، قطیفہ (لحاف) چکی اور ایک ترکش تھی، جس میں چند تیر تھے۔ لحاف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے میل کا اثر تھا۔ ایک شخص کو سخت بیماری لاحق تھی، جس کو شفاء نہ ہوتی تھی۔ ابن عبد العزیز کی اجازت سے اس میل میں سے کچھ دھو کر بیمار کی ناک میں ٹپکا دیا گیا۔ وہ چنگا (اچھا) ہو گیا۔ (مدارج النبوۃ۔ جزء ثانی، ص ۲۰۸)

۴۴۔ دلائل ابی نعیم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سخت پتھر ایسے نرم ہو گئے کہ غار بن گئے، چنانچہ اُحد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک پہاڑ کی طرف مائل کیا، تاکہ مشرکین سے اپنا جسم مبارک چھپائیں، پس اللہ تعالیٰ نے پتھر کو ایسا نرم کیا کہ آپ نے اپنا سر مبارک اس میں داخل کر دیا، وہ پتھر اب تک باقی ہے اور لوگ اب کی زیارت کرتے ہیں۔

اسی طرح مکہ مشرفہ کے ایک دَرّہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں ایک سخت پتھر سے قرار پکڑا، وہ ایسا نرم ہو گیا کہ آپ کے ہر دو بازوئے مبارک نے اس میں اثر کیا۔ وہ پتھر مشہور ہے، جو لوگ حج کرنے کو جاتے ہیں، اس کی زیارت کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے شب معراج میں صخرہ بیت المقدس خمیر کی مانند ہو گیا۔ آپ نے اس سے اپنا براق باندھا لوگ آج تک اسے اپنے ہاتھ سے چھوتے ہیں۔

(دلائل النبوۃ للحافظ ابی نعیم الاصبہانی، المتوفی ۴۳۰ھ۔ ص ۳۱۵)

۴۵۔ عبدالرحمٰن بن زید عراقی کا بیان ہے کہ ہم زبدہ میں حضرت سلمہ بن اکوع کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے اپنا ہاتھ ہماری طرف بڑھایا، جو ایسا ضخیم تھا کہ گویا اونٹ کا سُم تھا، اور فرمایا: کہ میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی ہے، پس ہم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیا۔ (طبقات ابن سعد۔ جزء رابع، قسم ثانی ص ۳۹)

۴۶۔ اسماعیل بن یعقوب تیمی روایت کرتے ہیں کہ ابن منکدر (متوفی ۲۰۵ھ) مسجد نبوی کے صحن میں ایک خاص جگہ پر لوٹتے اور لیٹتے، ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے۔ راوی کا قول ہے کہ میرا گمان ہے کہ ابن منکدر نے کہا کہ خواب میں دیکھا ہے۔

(وفاء الوفاء۔ جزء ثانی، ص ۴۴۵)

امثلہ مذکورہ بالا کے مطالعہ کے بعد کسی مسلمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار شریفہ سے تبرک کا انکار نہیں ہو سکتا، اولیاء وعلماء جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات کے وارث ہیں، ان کے آثار شریفہ میں بھی برکت ہوتی ہے، اس سے انکار کرنا حرمان وبدنصیبی کی علامت ہے، زیادہ تفصیل کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔

شیخ الاسلام حافظ ابوالفتح تقی الدین بن دقیق العید (متوفی ۱۱ صفر ۷۰۲ھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں یوں فرماتے ہیں۔

یا سائرًا نحو الحجاز مشمرًا
اجهد فديتك في المسير و في السرے
و اذا سهرت الليل في طلب العلا
فحذرًا ثم حذرًا من خدع الكرىٰ
فالقصد حيث النور يشرق سا طعًا

اے حجاز کی طرف تیزی سے چلنے والے! میں تجھ پر فدا! تو رات دن چلنے میں کوشش کر اور جب تو بزرگیوں کی طلب میں رات کو جاگے تو اونگھ کے فریب سے بچنا، پھر بچنا تو اس

جگہ کا قصد کرنا جہاں نور خوب چمک رہا ہے۔

والطرف حیث تری الثریٰ متعطرًا
قف بالمنازل والمناهل من لدن
وادی قبا إلی حمی امر القریٰ

اور جہاں خاک خوشبودار نظر آتی ہے تو ان منازل اور چشموں پر ٹھہر جانا' جو وادی قباء کے قریب سے ام القریٰ (مکہ معظمہ) کے سبزہ زار تک ہیں۔

وتوخ اثار النبی فضع بها
متشرقًا خدیك فی عفر الثری
واذا رأیت مهابط الوحی التی
نشرت علی الافاق نورا نورا
فاعلم بانك مارأیت شبیهها
مذکنت فی ماضی الزمان والا تریٰ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کا قصد کرنا اور ان کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے وہاں اپنے ہر دو رُخسار کو روئے خاک پر رکھ دینا۔ اور جب تو وحی کے اترنے کی جگہوں کو دیکھے' جنھوں نے تمام دنیا پر نور انور پھیلا دیا ہے۔ تو جان لینا کہ تو نے اپنی گذشتہ عمر میں ان کی مثل نہیں دیکھا' اور نہ آئندہ دیکھے گا۔ (فوات الوفیات' ترجمہ ابن دقیق العید)

۴۔ درود شریف و زیارت قبر شریف

مومنوں پر واجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا کریں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (احزاب۔ ع ۷)

تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے رہتے ہیں' اے ایمان والو! تم ان پر درود

بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔

اس آیت میں تاکید کے لیے جملہ اسمیہ لایا گیا ہے' جس کے شروع میں بغرض تاکید مزید حرف تاکید مذکور ہے۔ اس جملہ کی خبر فعل مضارع ہے' جو افادہ استمرار تجددی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اور میرے تمام فرشتے (جن کی گنتی مجھے ہی معلوم ہے) پیغمبر پر درود بھیجتے رہتے ہیں' اے مومنو! تم بھی اس وظیفہ میں میری اور میرے فرشتوں کی اقتداء کرو۔

واضح رہے کہ خدا کے درود بھیجنے سے مراد رحمت کا نازل کرنا اور فرشتوں اور مومنوں کے درود سے مراد ان کا بارگاہ رب العزت میں تضرع و دُعا کرنا ہے' کہ وہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت و برکت نازل فرمائے۔

مومنوں کی طرف سے درود بھیجنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہے اور بھیجنے والوں کا بھی فائدہ ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ مسلمانو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شان محبوبیت اور عظمت جاہ کو دیکھئے کہ امت کا ایک بندہ حقیر' ذلیل' حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو اس کا بدلہ خود رب جلیل جل شانہ دیتا ہے اور ایک کے مقابلہ میں دس رحمتیں نازل فرماتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل سے یہ شرف صرف اسی امت کو عطا ہوا ہے' کیونکہ اس امت کے سوا کسی اور امت کو اپنے پیغمبر درود و سلام بھیجنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

درود شریف کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ درود شریف اجابتِ دُعا کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے' دلائل الخیرات شریف میں ہے حضرت ابو سلمان عبد الرحمٰن بن عطیہ دارانی (متوفی ۲۱۵ھ) نے فرمایا: کہ جب تم خدا تعالیٰ سے کچھ مانگو' تو دعا سے پہلے اور پیچھے درود شریف پڑھ لیا کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ

دونوں طرف کے درود شریف کو تو اپنے کرم سے قبول کر ہی لیتا ہے' اور یہ اس کے کرم سے بعید ہے کہ درمیان کی چیز کو رَدّ کر دے۔ علامہ فاسی شرح دلائل الخیرات شریف میں لکھتے ہیں کہ بعض کے نزدیک امام دارانی کے قول مذکور کا تتمۂ یوں ہے۔ "اور ہر ایک عمل مقبول ہوتا ہے یا مردود' سوائے درود شریف کے کہ وہ مقبول ہی ہوتا ہے' مردود نہیں ہوتا۔"

امام باجی نے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل کیا ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو تو اپنی دعا میں درود شریف شامل کرو' کیونکہ درود شریف مقبول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ بعض کو قبول کرے اور بعض کو رد کرے۔ شیخ ابو طالب مکی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو تو پہلے درود شریف پڑھو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ اس سے دو حاجتیں مانگی جائیں' جن میں سے ایک کو پورا کر دے اور دوسری کو رَدّ کر دے۔ اس روایت کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے۔ امام عراقی نے کہا کہ میں نے اس روایت کو مرفوع نہیں پایا' وہ ابو الدرداء پر موقوف ہے۔ شفاء شریف میں ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ درود شریف کے درمیان کی دعا رَدّ نہیں کی جاتی۔ ابو محمد جبر نے اس روایت کو "کتاب شرف المصطفیٰ" سے منسوب کیا ہے۔ کذافی مطالع المسرات۔

علامہ شامی نے سلف کے قول (کہ درود شریف کبھی رد نہیں ہوتا) کی تاویل و تصحیح یوں کی ہے کہ درود شریف (اللھم صل علی محمد) دعا ہے اور دعا کبھی مقبول ہوتی ہے اور کبھی مردود' مگر درود شریف عموم دعاء سے مستثنیٰ ہے' کیونکہ نص قرآنی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر درود بھیجتا رہتا ہے' اس نے اپنے مومن بندوں پر احسان کیا ہے کہ ان کو بھی درود بھیجنے کا حکم دیا ہے' تاکہ ان کو زیادہ فضل و شرف حاصل ہو جائے۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اپنے پروردگار کا درود ہی کافی ہے۔ پس مومن کا اپنے رب سے طلب درود کرنا قطعاً مقبول ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ خود خبر دے رہا ہے کہ میں اپنے رسول

پر درود بھیجتا رہتا ہوں۔ باقی تمام دُعائیں اور عبادتیں اس کے برعکس ہیں۔ لہٰذا درود شریف کے مقبول ہونے کی سَنَد نصِ قرآنی ہے' رہا اس پر ثواب کا ملنا' سو وہ چند عوارض سے مشروط ہے' اور وہ عوارض یہ ہیں' قلب غافل سے پڑھنا' ریاء و سمعہ کے لیے پڑھنا' کسی حرام چیز پر استعمال کرنا وغیرہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت بالاجماع سنت اور فضیلت عظیمہ ہے۔ اس بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں' جن میں سے چند وفاء الوفاء سے یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ **من زار قبری و جبت له شفاعتی.**

جس نے میری قبر کی زیارت کی' اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہو گئی۔

(دار قطنی و بیہقی وغیرہ)

۲۔ **من زار قبری حلّت له شفاعتی.**

جس نے میری قبر کی زیارت کی' اس کے واسطے میری شفاعت ثابت ہو گئی۔ (بزار)

۳۔ **من جاء نی زائرًا لا تحمله حاجة الا زیارتی کان حقا علیّ ان اکون له شفیعًا یوم القیٰمة.**

جو میری زیارت کو اس طرح آیا کہ میری زیارت کے سوا کوئی اور چیز اس کو نہ لائی' تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا' (کبیر و اوسط' طبرانی' امالی' دار قطنی وغیرہ)

۴۔ **من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی.**

جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی' وہ مثل اس کے ہے جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (دار قطنی' و طبرانی وغیرہ)

۵۔ **من حج البیت و لم یزرنی فقد جفانی.**

جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی' اس نے مجھ پر ستم کیا۔ (کامل ابن عدی)

۶۔ **من زارنی الی المدینة کنت له شهیدًا و شفیعًا.**

جس نے مدینہ میں آکر میری زیارت کی، میں اس کے لئے گواہ اور شفیع ہوں گا۔ (سنن دار قطنی)

۷۔ **من زار قبری او من زارنی کنت له شفیعًا او شهیدا و من مات فی احد الحرمین بعثه الله عزوجل فی الأمنین یوم القیٰمة.**

جس نے میری قبر کی زیارت کی (یا فرمایا) جس نے میری زیارت کی، میں اس کے لیے شفیع یا گواہ ہوں گا' اور جو شخص حرمین میں سے کسی ایک میں مر گیا۔ اللہ عزوجل اس کو قیامت کے دن امن والوں میں اٹھائے گا۔ (ابو داؤد طیالسی)

۸۔ **من زارنی متعمدًا کان فی جواری یوم القیٰمة.**

جس نے بالقصد میری زیارت کی، وہ قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا۔ (ابو جعفر عقیلی)

۹۔ **من زارنی بعد مماتی فکا نمازارنی فی حیاتی و من مات باحد الحرمین بعث من الأمین یوم القیمة.**

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی، اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی، اور جو حرمین شریفین میں سے ایک میں مر گیا، وہ قیامت کے دن امن والوں کے زمرہ میں اٹھایا جائے گا۔ (دار قطنی وغیرہ)

۱۰۔ **من حج الیٰ مکة ثم قصدنی فی مسجدی کتبت له حجتان مبرورتان.**

جس نے مکہ میں حج کیا، پھر میری مسجد میں میری زیارت کی، اس کے لیے دو مقبول حج لکھے گئے۔ (مسند فردوس)

احادیث مذکور بالا کے علاوہ کتاب اللہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُ وْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (نساء۔ ع۹)

اور اگر یہ لوگ جس وقت کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، تیرے پاس آتے اور خدا سے بخشش مانگتے اور پیغمبر ان کے لئے بخشش مانگتا، تو وہ خدا کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہو کر توبہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، مگر قبول توبہ کے لیے ایک تیسرے امر (گنہگاران امت کے لیے استغفارِ رسول) کی بھی ضرورت بیان ہوئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام مومنوں کے لیے طلب مغفرت فرمانا تو ثابت ہی ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم الٰہی یوں ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط

اور تو اپنے گناہ کے لیے اور مومنوں اور مومنات کے لیے بخشش مانگ

ظاہر بالبداہت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم کی تعمیل کی، پس اگر باقی دو امر (گنہگاروں کا بغرض توسل حاضر خدمت ہونا اور طلب مغفرت کرنا) پائے جائیں، تو وہ مجموعہ متحقق ہو جائے گا جو موجب قبول توبہ و رحمت الٰہی ہے۔

آیت زیر بحث میں "اِسْتَغْفَرَ لَهُمْ" کا عطف "جَآءُ وْكَ" پر ہے، اس لیے اس کا مقتضا یہ نہیں، استغفارِ رسول استغفار عاصیاں کے بعد ہو، علاوہ ازیں ہم تسلیم نہیں کرتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات شریف کے بعد گنہگاران امت کے لیے طلب مغفرت نہیں فرماتے کیونکہ حضورؐ (بلکہ تمام انبیاء کرام و علیہم الصلوٰۃ والسلام) وفات شریف کے بعد زندہ ہیں اور عاصیان امت کے لیے طلب مغفرت فرماتے ہیں۔ چنانچہ بزار نے صحیح راویوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حیاتی خیر لکم تحدثون واحدث لکم و وفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فمارایت من خیر حمدت الله علیه وما رایت من شر استغفرت الله لکم.

میری زندگی تمہارے حق میں بہتر ہے، تم مجھ سے (حلال و حرام) پوچھتے ہو، میں تمہیں (بذریعہ وحی) احکام سناتا ہوں اور میری وفات بھی تمہارے حق میں بہتر ہے، تمہارے

اعمال میرے سامنے پیش ہوا کریں گے، میں اچھے عملوں کو دیکھ کر اللہ کا شکر کروں گا اور برے عملوں کو دیکھ کر تمہارے واسطے مغفرت کی دعا کیا کروں گا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیات شریف ہی میں عاصیانِ امت کو بشارت دے دی کہ میں وفات شریف کے بعد بھی ان کے لیے استغفار کیا کروں گا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال رحمت سے معلوم ہے کہ جو شخص اپنے رب سے طلبِ مغفرت کرتا ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوتا ہے، آپ اس کے لیے استغفار فرماتے ہیں۔ اسی واسطے علماء کرام نے تصریح فرمادی کہ حضور کا یہ رتبہ آپ کی وفات شریف سے منقطع نہیں ہوا۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس آیت کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت حیات شریف کے ساتھ ہی مُختص ہے، وہ غلطی پر ہے۔ کیونکہ یہ اصولی قاعدہ ہے کہ عموما الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے، نہ کہ مُوردِ خاص کا، صحابہ کرام اور تابعین عموم الفاظ قرآنی سے حجت پکڑتے رہے۔ باوجودیکہ وہ آیتیں خاص خاص موقعوں پر نازل ہوئیں۔ (اتقان للسیوطی)

اسی طرح آیت زیرِ بحث اگرچہ ایک خاص قوم کے حق میں حالت حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نازل ہوئی، لیکن جہاں یہ وصف عاصیانِ امت کا حضور سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گناہوں کی معافی کے لیے حصر ہونا پایا جائے گا، عموم حالت کے موافق اس کا حکم بھی عام اور ہر دو حالت حیات وبعد الوفات کو شامل ہوگا۔ چنانچہ علماء کرام نے عموم سے ہر دو حالتیں سمجھی ہیں اور جو شخص قبر شریف پر حاضر ہو، اس کے واسطے مستحب خیال کیا ہے کہ وہ اس آیت کو پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے۔ امام عتبی (امام شافعی کے استاد) کی حکایت اس باب میں مشہور ہے اور مذاہب اربعہ کے علماء نے اسے اپنے مناسک میں نقل کیا ہے اور اسے مستحسن سمجھ کر آداب زیارت میں شامل کیا ہے، ہم اس حکایت (۱) کو ان شاء اللہ تعالیٰ بحثِ توسُّل میں لائیں گے۔

---

(۱) دیکھو وفاء الوفاء، للسمہودی او شفاء السقام للسبکی

صحابہ کرام کے زمانہ میں آج تک اہل اسلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے توسل واستغاثہ کرتے رہے ہیں، جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل بیت المقدس سے صلح کی، تو کعب احبار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ حضرت فاروق اعظم ان سے خوش ہوئے اور فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ مدینہ منورہ چلو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت سے فائدہ اٹھاؤ، حضرت کعب احبار نے جواب دیا کہ ہاں!

(زرقانی علی المواہب)

حافظ ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ بن نعمان اپنی کتاب مصباح الظلام میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابو سعید سمعانی نے بروایت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن شریف کے تین دن بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا، اس نے اپنے آپ کو قبر شریف پر گرادیا، اور قبر شریف کی کچھ مٹی اپنے سر پر ڈالی، اور عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے جو کچھ فرمایا: وہ ہم نے سن لیا، اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل کیا، جس میں ارشاد فرمایا: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ الآیہ میں نے ظلم کیا۔ میں آپ کے پاس آیا ہوں، تاکہ آپ میرے حق میں طلب مغفرت فرمائیں، قبر شریف سے آواز آئی (۱) کہ تجھے بخش دیا گیا۔

مُسندِ امام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بروایت امام منقول ہے کہ حضرت ایوب سختیانی تابعی آئے، جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کے نزدیک پہنچے تو اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف اور منہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے مبارک کی طرف کر لیا اور روئے (۲) توسُّل کی دیگر مثالیں عنقریب مذکور ہوں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ذیل میں چند آداب زیارت بیان کیے جاتے ہیں، زائرین کو چاہیے کہ ان کو ملحوظ رکھیں۔

---

(۱) وفاء الوفاء، جزء ثانی، ص ۴۱۲ (۲) وفاء الوفاء، جزء ثانی، ص ۴۲۴

۱۔ زائرین کو مناسب ہے کہ زیارت روضہ شریف کے ساتھ مسجد نبوی شریف کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنے کی بھی نیت کریں‘ اگر مُجرّد زیارت کی نیت کریں تو اولیٰ ہے‘ دوسری بار اگر موقع ملے تو ہر دو کی نیت کریں۔

۲۔ مدینہ منورہ کے راستہ میں درود و سلام کی کثرت رکھیں۔

۳۔ راستے میں مساجد اور آثار شریفہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہیں‘ ان کی زیارت کریں اور ان میں نماز پڑھیں۔

۴۔ جب مدینہ منورہ کے مکانات نظر آنے لگیں‘ تو بپاس ادب پیدل ہو جائیں اور درود و سلام بھیجیں اور شہر میں داخل ہونے سے پہلے یا داخل ہو کر غسل کریں اور تبدیل لباس کر کے خوشبو لگائیں۔

۵۔ پہلے مسجد نبوی میں داخل ہو کر دو رکعت تحیۃ المسجد‘ پھر دوگانہ شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر پہنچادیا۔

۶۔ دوگانہ شکر کے بعد روضہ شریف پر حاضر ہوں‘ زیارت کے وقت اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف اور منہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے مبارک کی طرف کریں اور جالی مبارک کے قریب کھڑے ہو کر نہایت ادب و خشوع سے سلام عرض کریں اور اگر کسی دوست وغیرہ نے بارگاہ حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سلام بھیجا ہو‘ تو اس کی طرف سے سلام پہنچائیں۔

۷۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلام سے فارغ ہو کر ایک ہاتھ اپنی دائیں طرف کو ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کریں‘ پھر ایک ہاتھ اور دائیں طرف کو ہٹ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کریں۔

۸۔ بعد ازاں اپنی پہلی جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر درود و سلام عرض کریں‘ پھر گناہوں سے توبہ کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے دعا مانگیں۔

۹۔ ایام قیام مدینہ منورہ میں نماز فرض ہو یا نفل‘ مسجد نبوی میں پڑھا کریں۔

۱۰۔ مسجد قُبا میں جا کر نماز پڑھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار شریفہ و دیگر مزارات کی زیارت کریں۔

انسانوں کے حقوق پر

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان خطبہ

(ذوالحجہ ۱۰ھ کو آخری حج کے موقعہ پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات پہنچ کر ایک کمبل کے خیمہ میں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے اپنی اونٹنی "قصواء" پر سوار ہو کر خطبہ پڑھا۔ اس خطبہ میں آپ نے بہت سے ضروری احکامِ اسلام کا اعلان فرمایا اور زمانہ جاہلیت کی تمام برائیوں اور بے ہودہ رسموں کو آپ نے مٹاتے ہوئے اعلان فرمایا کہ

اَلاَ کُلُّ شَیْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ○ سن لو! جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال ہیں۔

(ابو داؤد ج ۱ ص ۲۶۳ و مسلم ج ۱ ص ۳۹۷ باب حجۃ النبی)

اسی طرح زمانۂ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور رنگ و نسل کی برتری اور قومیت میں اونچ نیچ وغیرہ تصوراتِ جاہلیت کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے اور مساوات اسلام کا علم بلند فرماتے ہوئے تاجدارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس تاریخی خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ

اَیُّھَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اٰبَاءَ کُمْ وَاحِدٌ لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی○ (مسند امام احمد)

اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر‘ کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔

اسی طرح تمام دنیا میں امن وامان قائم فرمانے کے لیے امن و سلامتی کے شہنشاہ تاجدارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خدائی فرمان جاری فرمایا کہ

اِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَ اَ مْوَالَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا یَوْمَ تَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ ○

تمہارا خون اور تمہارا امال تم پر تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ مہینہ، تمہارا یہ شہر محترم ہے۔

(بخاری و مسلم و ابو داود)

اپنا خطبہ ختم فرماتے ہوئے آپ نے سامعین سے فرمایا کہ

وَاَنْتُمْ مَسْئُوْلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ ○

تم سے خدا کے یہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تو تم لوگ کیا جواب دو گے ؟

تمام سامعین نے کہا کہ ہم لوگ خدا سے کہہ دیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچادیا اور رسالت کا حق ادا کر دیا۔ یہ سُن کر آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا کہ

اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ

اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

(ابو داود ج ا ص ۲۶۳ باب صفۃ حج النبی)

عین اسی حالت میں جب کہ خطبہ میں آپ فرضِ رسالت ادا فرمارہے تھے' یہ آیت نازل ہوئی کہ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ○

آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند کر لیا۔

یہ حیرت انگیز و عبرت خیز واقعہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت شہنشاہِ کونین' خدا کے نائب اکرم اور خلیفہء اعظم ہونے کی حیثیت سے فرمان ربانی کا اعلان فرما رہے تھے' آپ کے تخت شہنشاہی یعنی اونٹنی کا کُجاوہ اور عرق گیر شاید دس روپے سے زیادہ قیمت کا نہ تھا اس اونٹنی پر کوئی شاندار کُجاوہ تھا' نہ کوئی ہودج' نہ کوئی محمل' نہ کوئی چتر' نہ کوئی تاج۔

کیا تاریخ عالم میں کسی اور بادشاہ نے بھی ایسی سادگی کا نمونہ پیش کیا ہے ؟ اس کا جواب یہی اور فقط یہی ہے کہ "نہیں"

یہ وہ زاہدانہ شہنشاہی ہے جو صرف شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہنشاہیت کا طرۂ امتیاز ہے!

خطبہ کے بعد آپ نے ظہر و عصر ایک اذان اور دو اقامتوں سے ادا فرمائی پھر "موقف" میں تشریف لے گئے اور جبلِ رحمت کے نیچے غروبِ آفتاب تک دعاؤں میں مصروف رہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد عرفات سے ایک لاکھ سے زائد حجاج کے ازدحام میں "مزدلفہ" پہنچے۔ یہاں پہلے مغرب پھر عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں سے ادا فرمائی مشعر حرام کے پاس رات بھر اُمت کے لئے دُعائیں مانگتے رہے اور سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہو گئے اور وادیٔ محسر کے راستہ سے منٰی میں آپ "جمرہ" کے پاس تشریف لائے اور کنکریاں ماریں۔ پھر آپ نے باآواز بلند فرمایا کہ

لِتَاْخُذُوْا مَنَاسِکَکُمْ فَاِنِّیْ لَا اَدْرِیْ لَعَلِّیْ لَا اَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِیْ ھٰذِہٖ

حج کے مسائل سیکھ لو۔ میں نہیں جانتا کہ شاید اس کے بعد میں دوسرا حج نہ کروں گا۔

(مسلم ج ا ص ۴۱۹ باب رمی جمرۃ العقبہ)

بحوالہ سیرتِ مصطفیٰ

از علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ

مُسلمانوں کے عقیدے

اللہ تعالیٰ، نبی و رسول، کتب آسمانی، فرشتے
معراج، جن، تقدیر، عالم برزخ، علاماتِ
قیامت، روزِ حشر، پل صراط، جنت، دوزخ،
کُفر و ایمان، گمراہ فرقے، امامت و خلافت
اور ولایت کے متعلق عقائد کا بیان۔

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی

مُسلم کتابوی لاہور